میرا چاند

حصہ دوم

زریش مصطفیٰ

پاکسوسائٹی ڈاٹ کام

میرا چاند پارٹ 2

زریش مصطفیٰ

پاک سوسائٹی کے تحت شائع ہونے والے ناول " میرا چاند پارٹ **2**" کے حقوق طبع و نقل بحق ویب سائٹ Paksociety.com اور مصنفہ **(زریش مصطفیٰ)** محفوظ ہیں۔
کسی بھی فرد، ادارے، ڈائجسٹ، ویب سائٹ، ایپلیکیشن اور انٹرنیٹ کسی کے لئے بھی اس کے کسی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹیوی چینل پر ڈرامہ و ڈرامائی تشکیل و ناول کی قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر **(پاک سوسائٹی)** سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بہ صورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی اور بھاری جرمانہ عائد کرنے کا حق رکھتا ہے۔

ام ہانی بھاگتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہی تھی اور اثنا میں وہ طوبٰی سے ٹکرا گئی تھی۔"بی بنو بڑی جلدی میں ہو سب خیر ہے ناں۔"طوبٰی نے اسکا بازو تھام کر شرارت سے پوچھا۔

"سب خیر ہے بس آج سے اپنے بھائی کی خیر مانگنا شروع کر دو"وہ کھلا کھلا کے ہنسی۔

"وہ تو اسی دن سے مانگنا شروع کر دی تھی جس دن شادی کے لیے انہوں نے تمہارا نام لیا تھا۔"طوبٰی مصنوعی دکھ چہرے پہ سجائے بولی۔

"ویسا بڑا اچھپا رستم نکلا تمہارا بھائی ہیں مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔"ہانی کسی سوچ میں گم آہستگی سے بولی۔

"خیر ہانی تمہاری تو کیا ہی بات ہے تمہارے پاس تو بم بھی پھٹ جائے تو تمہیں خبر نہیں ہوتی ان چھوٹے چھوٹے معصوم چھپے ہوئے جذبوں کا خاک علم ہوتا تمہیں۔"طوبٰی نے اسے صیح طرح لتاڑا تھا۔

"اچھا تم تو بڑی سمجھ دار ہو ناں تمہاری باری پہ پوچھوں گی میں تم سے۔"ہانی برا مان گئی تھی۔

"اچھا ملکہ جذبات اب شروع مت ہو جانا میرے بھائی کی منگنی مت خراب کرنا اب چلو یہاں سے۔"طوبٰی اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ لاؤنج میں لے گئی تھی۔

"بڑی آئی بھائی کی ہمدرد۔"ہانی زیر لب بڑبڑائی

سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ظہیر اور حماد شہریار کے اچھے دوست تھے اور اس کی منگنی پر بس وہی انوائیٹڈ تھے۔باقی بس کچھ قریبی رشتے داروں کو مدعو کیا تھا۔وہ دونوں وہاں سب کے پاس آ کر بیٹھ گئیں تھیں۔

"ارے میری بچی میرے پاس آ کر بیٹھو۔"صفیہ بیگم نے ہانی کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔وہ شرمائی شرمائی سی جا کر ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"سچ پوچھو تو میری سب سے بڑی خواہش پوری ہو گئی ہے آج۔"انہوں نے ام ہانی کو گلے لگاتے ہوئے اسکا ماتھا چوما۔وہ مسکرا کر سر جھکا گئی۔آج وہ ان سے ایک نئے رشتے سے مل رہی تھی۔

"بس آپا سچ پوچھیں تو میں آج بہت خوش ہوں خواہش تو میری بھی یہی تھی مگر بیٹی کا باپ تھا کبھی کہہ ہی ناں پایا۔" ہانی کے پاپا نے خوشی سے بھرپور آواز میں کہا۔ ام ہانی وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔ طوبٰی بھی فوراً اس کے کمرے کی جانب لپکی تھی۔ حماد کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔

"بیٹا خیر ہے ناں۔" ظہیر نے اسے ٹھوکا دیا۔

"ہم کیوں کیا ہوا۔" وہ فوراً چونکا۔

"میں کب سے نوٹس کر رہا ہوں تم طوبٰی کو دیکھ کر کہیں کھو جاتے ہو۔" ظہیر اس کے قریب ہوتے ہوئے آہستگی سے بولا۔

"نہیں نہیں تو۔" وہ حواس باختگی سے بولا۔

"بیٹا یہ تو تم صاف جھوٹ بول رہے ہو پولیس والوں کو ایسی حرکتیں زیب نہیں دیتی۔" ظہیر اس کے کان کے قریب گھس کر اپنا ہی لیکچر جھاڑ رہا تھا۔

"کیوں پولیس والے انسان نہیں ہوتے یا ان کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔" حماد چڑ کر بولا۔

"یعنی دال میں کچھ کالا ہے۔" ظہیر نے آنکھیں نچائیں۔

"اگر ایسا ہے بھی تو تمہیں کیا مسئلہ ہے۔" حماد اسکی بکواس سے اکتا گیا تھا۔

"شہریار کی بہن ہے وہ یہ مسئلہ ہے۔" ظہیر نے اسے گھورا۔

"میری تو نہیں ہے ناں اور کہیں تو اسکی بھی شادی ہو گی اور مجھے بھی کہیں ناں کہیں تو شادی کرنی ہے ناں تو اس لیے اگر وہ مجھے اچھی لگنے لگی گی تو شادی کروں گا فلرٹ نہیں اس لیے تم اپنے کام سے کام رکھو فلحال ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ تو جانتا ہے میں کتنا سیدھا آدمی ہوں۔" حماد نے اسے ہری جھنڈی دیکھائی تھی۔

"بیٹا میں جانتا ہوں تو بلکل سیدھا ہے جلیبی کی طرح۔" ظہیر نے منہ بنایا۔

"چل اوپر چلتے ہیں شہریار کے پاس۔" حماد کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ظہیر بھی اسکی تقلید میں چلتا چھت تک پہنچ گیا تھا۔

"یار تارے تو لوگ ہجر کی راتوں میں گنتے ہیں تو منگنی کی راتوں میں گن رہا ہے۔" ظہیر نے آسمان کی طرف دیکھتے شہریار کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"ارے یار ہجر ابھی ختم کہاں ہوا ہے۔" شہریار نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"چل ناشکرے انسان۔ تیرا اتنا کام تو ہو گیا ہے بھائی۔ امید ہے کہ مل جائے گا پیار۔ ہمیں دیکھ۔" ظہیر نے کہتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھری۔

"چل بھائی میرے حوصلہ رکھ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" شہریار نے اسکا کندھا تھپکتے ہوئے اسکا حوصلہ دیا۔

"دیکھ ہم دنوں کا حال برا ہے تم اس آگ سے دور رہنا۔" ظہیر نے حماد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔" شہریار نے نا سمجھی کے عالم میں دونوں کو دیکھا۔

"بس کچھ نہیں یوں ہی یہ کچھ بھی بولتا ہے۔" حماد نے بات بنائی۔

"میرے خیال میں ہمیں نیچے چلنا چاہیے سب لوگ انتظار کر رہے ہوں گے۔" حماد نے جب دیکھا کہ ان دنوں کے وہاں سے جانے کا کوئی پروگرام نہیں ہے تو ان کو بازو سے کھینچتے ہوئے بولا۔ وہ لوگ بادل نخواستہ وہاں سے اٹھ کر نیچے آ گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ام ہانی کیوں جلے پیر کی بلی بنی ہوئی ہو بیٹھ جاؤ پلیز۔" ام ہانی جب سے کمرے میں آئی تھی یہاں سے وہاں چکر لگا رہی تھی۔ طوبیٰ اسے دیکھ دیکھ کر تنگ آ گئی تھی۔

"یار میں اتنی ٹینشن میں ہوں اور تم۔" ہانی نے برا مانتے ہوئے کہا۔

"کیا ٹینشن ہے بتاؤ گی تب ناں ورنہ مجھے الہام تو ہوتا نہیں ہے۔" طوبیٰ چڑ کر بولی۔

"نمبر ایک تمہارا بھائی اتنا سیدھا ہے نہیں جتنا اوپر شو کر رہا تھا۔ اور دوسرا۔" ام ہانی اچانک خاموش ہوئی۔

"ام ہانی تم کیا چیز ہو تم جیسے لوگ کسی حال میں خوش نہیں رہ سکتے۔" طوبیٰ نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"یار دیکھو اتنے سال نفرت جتانے کے بعد ایک بندہ اچانک کہے کے وہ صدیوں سے عشق کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا تو بھلا کوئی کیسے یقین کرے۔" ہانی نے منہ بنایا۔

"اگر اتنا ہی شک تھا تو ہاں کیوں کہی۔" طوبیٰ نے غصے سے کہا۔

"اسی بات پہ تو پریشان ہوں۔" ام ہانی نے ہاتھ پہ ہاتھ مار کر کہا۔

"ہمارے یہاں زبان دے کر مکرتے نہیں ہیں۔" طوبیٰ نے اسے گھورا۔

"میں نے کب زبان دی وہ تو میرے پاس ہے۔" ام ہانی نے حیرت سے طوبیٰ کو دیکھا۔

"سچ کہو کیا تم بھائی سے محبت نہیں کرتی۔" طوبیٰ نے اسکا ہاتھ پکڑا۔ ام ہانی تھوڑا سا بوکھلائی اور پھر ٹھنڈا سانس بھر کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

"تو کیا مسئلہ ہے اب ایک بات کہوں شہریار بھائی جھوٹ نہیں بولتے اگر انہوں نے کہا ہے کہ انھیں تم سے محبت ہے تو لکھ لو یہی سچ ہے۔"

طوبٰی نے پیار سے ہانی کا ہاتھ دبایا۔ہانی نے مسکرا کر سر جھکا دیا۔

"اب دوسرا مسئلہ بتاؤ۔"طوبٰی نے اسکا ہاتھ ہلایا۔

"کونسا دوسرا مسئلہ۔"وہ فوراً چونک کر سیدھی ہوئی۔

"یہ جو تم ابھی کہہ رہی تھیں کہ دو بڑے مسئلے ہیں۔"طوبٰی نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔

"ہاں یار سب سے بڑا مسئلہ میرے ذہن سے ہی نکل گیا۔"ہانی نے ہاتھ اپنے سر پہ مارا۔

"اب بتا بھی چکو۔"طوبٰی نے کوفت سے کہا۔

"منگنی کا جوڑا نہیں ہے میرے پاس۔"وہ پریشانی سے بولی۔

"بس اتنی سی بات۔"طوبٰی نے چٹکی بجائی۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے جن لڑکیوں کا تم جیسا سسرال ہوتا ہے۔وہ بے چاریاں اسی طرح پریشان ہوتی ہیں۔"ام ہانی نے آہ بھری۔

"ہم جیسے سسرال سے کیا مراد ہے تمہاری۔"طوبٰی نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"مطلب جنہیں منگنی کے جوڑے تک کی فکر نہیں ہوتی کہ بے چاری لڑکی کیا پہنے گی۔"ہانی نے منہ بنایا۔

"بے چارے سسرالی کافی کنفیوژ تھے اللہ جانے لڑکی کیا جواب دے۔"طوبٰی نے ہری جھنڈی دیکھائی۔

"سسرالیوں کا وکیل ہی اتنا پکا تھا لڑکی انکار ہی نہ کر سکی۔"ہانی نے شرما کر کہا۔

"توبہ ہے ہانی کیا چیز ہو تم۔"طوبٰی کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"دانت نکالنا بند کرو اور اس مسئلے کا حل نکالو۔"ہانی نے اسے دھمو کا جھڑا۔طوبٰی بلبلا کر رہ گئی۔

"اچھا تشدد تو مت کرو میں کرتی ہوں کچھ۔"طوبٰی اپنا کندھ سہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"حضرات ایک ضروری اعلان سماعت فرمائیں۔"طوبٰی نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے باآواز بلند کہا۔حماد شہریار اور ظہیر سیڑھیوں کے پاس ہی رک گئے تھے۔

"کیا بات ہے طوبٰی۔"صفیہ بیگم نے طوبٰی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ اپنی بہو کا کچھ کر لیں ورنہ وہ مجھے طعنے دے دے کر مار دی گی۔"طوبٰی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اب کیا کر دیا ہماری بہو نے۔"مشتاق صاحب نے ہنستے ہوئے طوبٰی کو دیکھا۔

"کب سے طعنے دے رہی ہے کہ کیسے سسرال والے ہو جوڑا تک تو لائے نہیں اور تین دن بعد منگنی ہے آج چاند رات ہے کیسے انتظام ہو گا۔" طوبیٰ منہ پھلائے بولی۔ سب کا قہقہہ بلند ہوا۔

"بیٹا اس میں قصور تو ہمارا ہی ہے اس لیے طعنے تو سہنے پڑیں گے۔" مشتاق صاحب نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے منہ پھلائے کھڑی طوبیٰ کو دیکھا۔

"ارے نہیں بھائی صاحب ہانی کو کپڑوں کی کمی تھوڑی ہے وہ تو بس ایسے ہی بولتی رہتی ہے۔" ہانی کی مما نے فورا بات سنبھالی۔

"جی نہیں میں کوئی پرانا سوٹ نہیں پہنوں گی۔" اسی وقت ام ہانی نے اپنی انٹری دی تھی۔

"ام ہانی بس بات کا بتنگڑ مت بنایا کرو۔ تمہارے بہت سے ایسے جوڑے ہیں جو تم نے ابھی تک نہیں پہنے۔" ہانی کی مما نے اسے آنکھیں دیکھائیں۔

"ایک سوال کا جواب دیں۔" ہانی نے باری باری سب کو دیکھا۔ سب اسی کی طرف متوجہ تھے

"منگنی کتنی بار ہوتی ہے۔۔؟" ہانی نے اپنا سوال سب کے سامنے رکھا۔

"الموسٹ ایک بار اگر ٹوٹ جائے تو دوسری تیسری بار بھی ہو جاتی اٹس ناٹ بگ ڈیل۔" حسام موبائل میں گھسا بولا۔

"جب بھی کرنا بکواس ہی کرنا۔" مما نے حسام کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"میں نے کیا کیا بس سوال کا جواب دیا۔" حسام نے حیرانگی سے سب کی طرف دیکھا۔

"آپ اس کی بکواس کو چھوڑیں یہ بتائیں کہ میری تو ایک بار ہو گی تو میں ایک بار بھی اچھے سے نا کر پائی تو کیا فائدہ۔" ام ہانی نے دلگرفتگی سے کہا۔

"ام ہانی ٹھیک کہہ رہی ہے غلطی ہماری ہے مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ ہم لوگ تو بس بات کرنے آئے تھے منگنی کا کب سوچا تھا یہ تو بس شہریار نے کہا کہ رسم کر کے واپس جائیں گے۔" صفیہ بیگم۔ پریشانی سے بولیں۔

"پھوپھو ایک کام کریں ابھی منگنی رہنے دیتے ہیں۔" ام ہانی ان کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

"اب تم اس چیز کا فیصلہ کرو گی کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔" مما نے اسے گھرکا۔

"تم کہاں جا رہے ہو۔" حماد نے شہریار کو دروازے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔

"کہیں نہیں بس ابھی آتا ہوں۔" وہ کہہ کر وہاں سے نکل گیا۔

"چل بیٹھتے ہیں۔" حماد ظہیر سے کہتا آگے بڑھا۔

"یار یہ سراسر گھریلو معاملہ ہے ہمیں انکے پاس نہیں جانا چاہیے۔" ظہیر نے سمجھداری کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" حماد دانت پیس کر رہ گیا۔

"چلو ریسٹ کرتے ہیں۔" گیسٹ روم میں ظہیر انگڑائی لیتے ہوئے بولا۔ حماد نے چاہتے ہوئے بھی اس کے پیچھے چل دیا۔

" ڈانٹ کیوں رہیں ہیں میں وقت مانگ رہی ہوں منع تو نہیں کر رہی۔" ہانی نے نارضگی سے کہا۔

" تین دن ہیں میں کوئی انتظام کر لوں گی۔ طوبٰی اسے کمرے میں لے کر جاؤ۔" مما نے اسے ڈانٹ کر وہاں سے بھگا دیا تھا۔ وہ منہ بناتی اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

" آ گیا سکون تمہیں یہ حل نکالا تم نے لے کے بے عزتی کروا دی میری۔" ہانی نے کمرے کے دروازے پہ ہی طوبٰی کی کلاس لینی شروع کر دی تھی۔

" اب سمجھ میں آیا ام ہانی تم اتنی بھی معصوم نہیں ہو کپڑے تو بہانہ ہیں تم یہ منگنی ہی نہیں کرنا چاہتی۔" طوبٰی نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا۔

" تمہیں ایسا کیوں لگا۔" ام ہانی نے آنکھیں سکڑیں۔

" ابھی ابھی جو حل تم نے امی کو دیا ناں اس نے" طوبٰی نے بازو کمرے پہ رکھتے ہوئے کہا۔

" ایسی کوئی بات نہیں۔" ہانی تھوڑا سا گڑبڑائی اور پھر فوراً کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔

" تم بھائی سے بھائی تم سے محبت کرتے ہیں پھر تمہیں اس منگنی سے کیا مسئلہ ہے۔" طوبٰی پریشانی سے کہتی اس کے پیچھے لپکی۔

" یار اچانک اظہار اور پھر فورا منگنی ایسا ہوتا ہے کیا۔" ام ہانی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" خوش قسمت لوگ ہوتے ہیں وہ جس کی وہ چاہ کریں وہ ان کو مل جائے"۔ طوبٰی نے اسے سمجھنے والے انداز میں کہا۔

" میں مانتی ہوں اسی لیے کہہ رہی ہوں کہ میں ہر پل انجوائے کرنا چاہتی ہوں اپنے دل کی پوری آمادگی کے ساتھ۔" ہانی بات کرتے ہوئے پلٹی تھی بیڈ کے قریب رکھے ٹیبل پہ کوئی باسکٹ پڑی تھی جسے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔

" یہ کون لایا۔" ہانی نے حیرت سے باسکٹ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

" پتہ نہیں۔" طوبٰی نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔

ام ہانی نے اس باسکٹ کو کھولنا شروع کیا تھا۔ اور پھر ام ہانی کا منہ کھل گیا تھا۔

" کیا ہوا کوئی بم ہے کیا۔" ام ہانی کے ایکسپریشن دیکھ کر طوبٰی قریب آئی اور پھر وہ بھی گم سم ہو گئی تھی۔

"یار یہ کون لایا ہو گا۔" ام ہانی نے کہتے ہوئے پیکنگ کھولنا شروع کی تھی۔ مہندی چوڑیاں جیولری میک اپ اور سب سے بڑھ کر جس چیز نے ام ہانی اور طوبٰی کو حیران کیا تھا وہ نومی انصاری کا وہ لہنگا تھا جس کے لیے ام ہانی مری جا رہی تھی۔ دونوں نے اپنی انگلیاں دانتوں میں دے لیں تھیں۔

"یہ کیا ہے۔" بہت نیچے کہیں کارڈ تھا۔ طوبٰی کی نظر پڑی تو اس نے فوراً اچک لیا۔

"مجھے دیکھاؤ۔" ہانی اس کی طرف لپکی۔

"رک جاؤ پہلے میں نے اٹھایا ہے اس لیے میں ہی پڑھوں گی۔" طوبٰی نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا۔

"ٹھیک ہے تم پڑھ لو۔" ہانی نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر ہار مان لی۔

"کسی کو تحفہ دینا آپکی خوشی ہوتی ہے۔ اور اسکی پسند کی چیز اسے دینا اسکی خوشی اس لیے تحفہ دیتے وقت اپنی نہیں سامنے والے کی پسند کو اہمیت دینی چاہیے۔ لیکن اگر آپ سامنے والے کی پسند سے ناواقف ہوں تو وہ چیز خرید لیں جو آپ کو سب سے زیادہ پسند آئے۔ اب جوڑا تمھیں کونسا چاہیے تھا وہ تو مجھے پتہ تھا مگر جیولری میں تمہیں کیا پسند ہے۔ اس سے میں واقف نہیں تھا اس لیے جو سمجھ میں آیا اچھا لگا اپنی پسند سے لے لیا۔ یہ سوچے بغیر کہ تم اقرار کرو گی یا انکار۔۔۔۔"

شہریار

"اوئے ہوئے دنیا کہاں پہنچ گئ توبہ" طوبٰی نے باآواز بلند وہ لیٹر پڑھا اور پھر دوہائی دی۔

"دیکھ لو میرے بھائی صاحب کس قدر تمہارے عشق میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور تم ہو کہ تمہارے شک ہی ختم نہیں ہوتے۔" طوبٰی نے اسے کھری سنائیں۔

"ابھی لہنگے کی قیمت بتاؤں گی ناں تو ٹیپکل نند گلی کا گند بننے میں تم دو منٹ نہیں لگاؤ گی۔" ام ہانی نے اسے آنکھیں دیکھائیں۔

"ہاں مجھے پتہ ہے مہنگا ہو گا میرے بھائی تمہارے لیے سستی چیز تھوڑی لیں گے۔" طوبٰی نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسے پتہ کیسے چلا کہ یہ میرا فیورٹ ہے اور یہ مجھے چاہیے۔" ہانی اپنی پر سوچ نظریں طوبٰی پہ جمائیں۔

"اللہ کا شکر کرو تمہارا مسئلہ حل ہو گیا آم کھاؤ پیڑ مت گنو۔" طوبٰی نے بات ہوا میں اڑائی۔

"بیٹا پیڑ چھوڑو میں تو گٹھلیاں اور جڑیں بھی گنوں گی۔" ہانی آنکھیں نچا کر بولی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جھانسی کی رانی قیمت تو بتاتی جا۔" طوبٰی نے اسے آواز دے کر کہا۔

"صرف لہنگے کی ایک لاکھ پچھتر ہزار باقی چیزیں ایڈ کر کے ٹوٹل کر لو۔" ہانی رکی جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔

"عشق اندھا ہوتا ہے۔" طوبٰی نے ٹھنڈی آہ بھری اور بیڈ پر نیم دراز ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یار تو کتنا خوش قسمت ہے تیری منگنی ہو رہی ہے۔" ظہیر نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"یار کیا ہو گیا ہے تمہیں اس بات کو اور کتنا دوہراؤ گے۔" شہریار چڑ گیا۔

"یار اپنی دیکھو گھر والے سنتے ہی نہیں" ظہیر نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"چل اب ڈرامے بند کر۔" حماد نے اسے کشن کھینچ مارا۔

"میری آہ لگے گی تم لوگوں کو کوئی میرا درد سمجھتا ہی نہیں۔" ظہیر کے اپنے ہی رونے تھے۔

"ابے چپ کر جا چاند رات کو بھی ایسی شکل بنا کر نحوست پھیلائی ہے۔" حماد نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا۔ شہریار البتہ اپنے موبائل پہ لگا ہوا تھا۔

"شہریار سے ایک مدد مانگی تھی اس نے وہ بھی نہیں کی۔" ظہیر اب بھی افسردگی سے بولا۔

"یار کوشش تو پوری کی تھی اب تیرا سسر ہی ہٹلر ہے تو میں کیا کروں۔" شہریار نے موبائل سے نظریں اٹھا کر اسے آئینہ دیکھایا۔

"بس دو چار فون کالز بس اس کے علاوہ کیا کیا تم نے کچھ عملی کام کر کے دیکھاتے تو میں مانتا۔" ظہیر نے تپ کر کہا۔

"عملی طور پر کیا میں اپنا رشتہ لے کر چلا جاتا۔ جو ہو سکا وہ کیا تیرے پیچھے ہانی کو اتنی بڑی غلط فہمی ہو گئی۔" شہریار نے موبائل ایک طرف رکھ کے اس کے لتے لیے۔

"ہاں تو کس نے کہا تھا کہ بیچ چوراہے پہ کھڑے ہو کر فون کال کرو۔" ظہیر نے بھی دوبدو جواب دیا۔

"ویسے ایک بات سمجھ نہیں آئی۔ اسے وہ تصویر کس نے سینڈ کی۔" شہریار نے پرسوچ نظریں ظہیر پر مرکوز کیں۔

"میں نے نہیں کی۔" ظہیر نے فوراً اپنی اپنی صفائی پیش کی۔

"میں نے کب کہا کہ تم نے کی۔" شہریار نے آنکھیں سکیڑیں۔

"ہاں میں نے کہا کہیں تو مجھے گھسیٹ لے میں بتا دوں کہ وہ میں نہیں ہوں۔" ظہیر نے بوکھلاہٹ میں فوراً اپنی صفائی پیش کی۔

"چور کی داڑھی میں تنکا۔" حماد بیڈ پہ نیم دراز ہوتے ہوئے ہنسا۔

"ابے تجھے پولیس والا کس نے بنایا تو تو اپنے گھر والو پہ بھی شک کرتا ہو گا اور تفتیش بھی۔" ظہیر نے چڑ کر کہا۔

"ہاں اگر ضرورت پڑے تو کیوں نہیں۔" حماد نے کندھے اچکائے۔

"وہ تو شکر ہے فی الحال ہانی کو کچھ یاد نہیں آیا اس چیز کے بارے میں ورنہ مجھے کون بچاتا۔" شہریار نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا مُنفرد ناول، مُحبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا

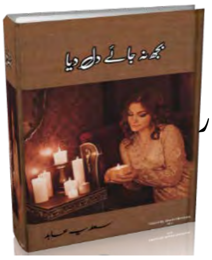

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، مُحبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی

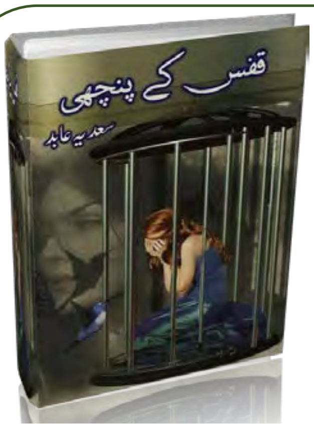

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

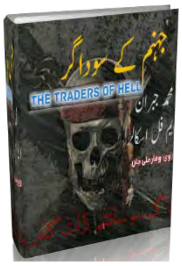

مُحمد جبران (ایم فِل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا

مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے مُحبت کی داستان، دہشت گردوں کی بُزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھیے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پر پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ **مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔**

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شمار ہوتی ہے۔

"اور ہاں اس بندے کے بارے میں پتہ کرو جو اس قسم کی حرکتیں کر رہا ہے۔" شہریار نے نظریں ظہیر پہ مرکوز کرتے ہوئے حماد سے کہا۔

"چھوڑو دفع کرو کیا کرنا ہے پتہ کر کے۔" ظہیر نے لاپرواہی سے کہا۔

"تم سے نہیں حماد سے کہہ رہا ہوں۔" شہریار نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں ہاں میں ضرور پتہ کروں گا۔" حماد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو اگر حماد سے کہہ رہے ہو تو اسکی طرف دیکھو مجھے کیوں دیکھ رہے ہو۔" ظہیر نے غصے سے کہا۔

"کیوں تجھے دیکھنا منع ہے کیا۔" شہریار اور حماد کا بے وقت قہقہہ بلند ہوا۔

"سالو میں تمہاری گرل فرینڈ نہیں ہوں جو تم لوگ مجھے دیکھو گے اور میں شرماؤں گی۔" ظہیر نے تپ کر کہا۔ وہ دونوں مسلسل ہنس رہے تھے۔ شہریار کے موبائل پہ میسج ٹیون بجی تھی۔ وہ فوراً اسکی طرف متوجہ ہوا۔ میسج دیکھ کر اسکی ہنسی کو بریک لگا تھا۔

"آپ ذرا چھت پہ تشریف لائیں گے۔ اگر آپ کو زحمت نہ ہو۔" یہ کیسا طرز تخاطب تھا۔

"کیا ہوا؟" حماد نے سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

"اللہ کا عذاب ہے اور دل جلاؤ مجھ غریب کا۔" ظہیر نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

"ہانی کا میسج ہے کام سے بلا رہی ہے ابھی آتا ہوں۔" شہریار جلدی سے اٹھ کر جوتا پہنتے ہوئے بولا

"اووووووو" ظہیر اور حماد نے کورس میں اووو کیا۔

"بکواس بند کرو ابھی آتا ہوں۔ اور تیرا تو میں واپسی پہ علاج کرتا ہوں مجنوں کے شاگرد۔" شہریار نے کشن ظہیر کو مارا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

"بیوی بیوی ہوتی ہے چاہے ہونی والی ہو یا ہو چکی ہو۔" ظہیر نے بند دروازے کی اور دیکھتے ہوئے آہ بھری۔

"اس بات سے کیا مراد ہے تمہاری۔" حماد اٹھ بیٹھا۔

"مطلب جب لڑکی آتی ہے نہ زندگی میں بے چارے یار دوست بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔" ظہیر بہت دور کی کوڑی لایا تھا۔

"یہ بات تجھے آج پتہ چلی ہے۔" حماد ہنستے ہوئے واپس نیم دراز ہو گیا

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہاں بولو کیا بات ہے اسطرح کیوں بلایا۔" شہریار نے چھت پہ پہنچتے ہی پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔ وہ نیچے سے تقریباً بھاگتے ہوئے آیا تھا۔ ام ہانی یوں ہی منہ پھلائے کھڑی رہی۔

"کیا بات ہے اتنا غصہ کس لیے۔" شہریار نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"آپ کو نہیں پتہ ؟" ام ہانی نے کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"مجھے کیسے پتہ ہو سکتا ہے کچھ بتاؤ گی تب ناں۔" وہ پریشانی سے بولا۔

"وہ گفٹ آپ نے لیا میرے لیے۔" ام ہانی کمر پہ بازو جمائے تفتیش کر رہی تھی۔

"ہاں کیوں کیا ہوا پسند نہیں آیا کیا۔" شہریار حیرت سے بولا۔ گفٹ دیکھ کر تو اسے خوش ہونا چاہیے تھا۔ یہ اتنا غصہ کس لیے۔

"آپ کو کیسے پتہ کہ مجھے وہ ہی لہنگا چاہیے تھا۔" اب کہ ام ہانی کا لہجہ کچھ نرم تھا۔

"تو یہ بات ہے۔" شہریار نے ریلکس ہوتے ہوئے دیوار سے ٹیک لگائی۔

"مذاق چھوڑیں بتائیں طوبیٰ نے بتایا آپ کو۔" وہ اسکے سامنے کھڑی پھر سے اپنا سوال دہرا رہی تھی۔ شہریار نے سر نفی میں ہلایا

"پھر کیسے پتہ آپ کو؟" ہانی نے پریشانی سے شہریار کو دیکھا۔

"تمہیں یاد ہے جب تم مظفر آباد آئی تھی۔" وہ بازو چھت کی منڈیر پہ رکھتے ہوئے بولا۔

"یہ کونسا صدیوں پرانا واقع ہے پچھلے ہفتے کی بات ہے۔" ہانی نے دانت پیسے۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ تب تم ایک دن میگزین ہاتھ میں لے کر طوبیٰ کو دیکھا رہی تھی کہ وہ لہنگا تمہیں چاہیے۔" شہریار کے کہنے پہ ہانی کو بھی یاد آنے لگا تھا۔

"تب میں وہاں آ کر بیٹھا تو تم میگزین الٹا رکھ کر چلی گئیں تھیں۔" شہریار بات کرتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اچھا تب جب آپ ہمیں لیکچر دینے آئے تھے۔" ہانی نے ایک دم یاد آنے پر کہا۔

"ہاں لیکچرار ہوں ناں لیکچر دینے کا شوق ہی بہت ہے عادت سے مجبور ہوں۔" شہریار نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے ہوئے کہا۔ ہانی جی بھر کہ شرمندہ ہوئی مگر شو نہیں کیا۔

"ویسے بڑے میسنے ہیں آپ۔" ہانی نے مسکراتے ہوئے دانت پیسے۔

"سچ کہو تمہیں سرپرائز اچھا نہیں لگا۔" شہریار نے سنجدگی سے پوچھا۔

"آپ کو اتنے پیسے ضائع کرنے کی کیا ضرورت تھی کوئی بھی سستا سا سوٹ لے لیتے۔" ہانی کافی دیر خاموش رہنے کے بعد آہستگی سے بولی۔

"ہاں ٹھیک کہا تم نے وہ پیسے تمہاری خوشی کے لیے خرچ کئے تھے۔ جب تم خوش ہی نہیں ہوئیں تو واقع ہی میرے پیسے ضائع ہو گئے۔" شہریار کے تاثرات پل میں بدلے تھے۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" ہانی نے اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔

"ٹھیک ہے نہیں پسند تو چینج کروالینا یا پھینک دینا کوئی بات نہیں تحفہ خلوص سے ہوتا ہے قیمت سے نہیں۔" وہ بگڑے ہوئے موڈ کے ساتھ کہتا جانے کے لیے بڑھا۔

"آئی ایم سوری شہریار۔" ام ہانی نے اپنی غلطی کا احساس ہونے پہ فوراً آگے بڑھ کر اسکا راستہ روکا تھا۔

"اٹس اوکے۔ تمہیں سوری کرنے کی ضرورت نہیں۔" شہریار ماتھے پہ بل ڈالے ناراضگی سے بولا۔

"سوری شہریار آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔" ام ہانی شرمندگی سے سر جھکائے کھڑی تھی۔

"کیا کہا تم نے۔" شہریار نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"سوری۔" ام ہانی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"نہیں اس کے علاوہ"

"آئی ایم سوری۔" ام ہانی اب تھوڑی سے کنفیوژ دیکھائی دے رہی تھی۔

"اس کے علاوہ بھی تم نے کچھ کہا یاد کرو۔" شہریار اس پہ نظریں جمائے سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے تو بہت کچھ کہا ہے اور کیا کیا کہا ہے۔ مجھے یاد بھی نہیں۔" ہانی پریشانی سے گویا ہوئی۔

"ارے تم نے مجھے ابھی کس نام سے پکارا۔" شہریار کو اسے تپا کر مزہ آرہا تھا اس لیے بات کو وہ جان بوجھ کہ بڑھاوا دے رہا تھا۔

"جو آپ کا نام ہے اسی سے پکارا۔" ام ہانی نے آنکھوں میں حیرت سموئے اسے دیکھا۔

"اور کیا نام ہے میرا۔" شہریار بازو سینے پہ باندھتے ہوئے تھوڑا آگے بڑھا۔

"شہریار۔" ام ہانی نے لڑکھڑاتے ہوئے اسکا نام ادا کیا۔

"مگر تم تو کبھی مجھے اس نام سے نہیں پکارتی آج کیا خاص بات ہے۔" وہ نظریں اس پہ جمائے اس کے تھوڑا اور قریب ہوا۔

"آپ کا نام شہریار ہے اور سب کی طرح میں بھی آپ کو اسی نام سے پکارتی ہوں۔" ام ہانی نے اپنے خشک ہونٹوں پہ زبان پھرتے ہوئے کہا۔

"اتنا بے خبر نہیں ہوں۔ جانتا ہوں تم مجھے شہریار کے علاوہ ہر نام سے پکارتی ہو۔" شہریار ایک ایک قدم بڑھاتے ہوئے اسکے کافی قریب آگیا تھا۔

"مثلاً۔" ام ہانی چند قدم پیچھے ہٹی۔

"مثلاً کھڑوس، سڑیل، تھانے دار، وحشی، جنگلی۔" وہ ہاتھوں پہ اپنے القابات گننے لگا۔

"جی نہیں میں نے آپ کو وحشی اور جنگلی کبھی بھی نہیں۔" ہانی تڑپ کر بولی۔

"یعنی باقی سب تم مجھے کہتی تھی۔" وہ آنکھوں میں شرارت سموئے اس کے اور قریب ہوا۔

"ہاں تو آپ کی حرکتیں ہی ایسی ہیں بندہ اور کیا کہے۔" ام ہانی کہاں شرمندہ ہونے والی تھی۔

"اچھا تو تم آج بھی اس سب پہ قائم ہو اور مجھے یہ سب کہو گی۔" وہ حیرت سے بولا۔

"اگر حرکتیں نہ سدھریں تو ضرور اور اگر موقع نہ ملا تو پھر سوچوں گی کہ کس نام سے پکاروں۔" ہانی نے ایک ادا سے کہا۔ شہریار کا قہقہہ بلند ہوا۔

"ہنس کیوں رہے ہیں۔" ہانی نے منہ بنایا۔

"ویسے میرے ناراض ہونے پر تم اتنا کیوں گھبرا گئی تھی۔" شہریار نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"میں کب گھبرائی تھی۔" وہ کہتے ہوئے دیوار کے پار جھانکنے لگی۔

"ویسے ابھی سے ساری حرکتیں تمہاری بیویوں جیسی ہیں۔" وہ بھی اس کے برابر کھڑا ہو کر دیوار کے اس پار جھانکنے لگا۔

"کیا مطلب۔" ہانی نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"یعنی بیوی کو تحفہ نہ دو وہ تب بھی ناراض ہوتی ہے لا کر دے تو اس بات پہ ناراض ہو جاتی ہے کہ مہنگا کیوں ہے بتاؤ انسان کیا کرے۔" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"مہنگا ہونا چاہیے تحفہ مگر ایک جوڑا ایک لاکھ پچھتر ہزار کا ہو تو سامنے والا خواہ مخواہ شرمندہ ہو جاتا ہے۔" ہانی اسکی آنکھوں میں جھانک کر بولی۔

"بڑی پرواہ ہے تمہیں میرے پیسوں کی۔" وہ بھی اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیوں ناں ہو اتنی محنت سے کماتے ہیں سب کیا مجھ پہ لٹا دیں گے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"سمجھدار بیوی ثابت ہو گی تم۔" وہ بھی مسکرا دیا۔

وہ دنوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے کسی اور ہی جہان میں پہنچے ہوئے تھے ابھی انہیں کوئی دیکھ لیتا تو لیلی مجنوں ہیر رانجھا میں سے کوئی ایک ضرور قرار دے دیتا۔ ایک زوردار دھماکے کی آواز پر دونوں نے چونک کر نیچے دیکھا تھا۔ ساتھ والی چھت پہ کوئی لڑکی منہ کے بل گری پڑی تھی۔ اور قریب ٹیبل اور چیئر بھی الٹے پڑے تھے۔ مطلب آواز ٹیبل اور چیئر کے گرنے کی تھی۔ اوندھے منہ گری لڑکی کے قریب ایک لڑکا کھڑا تھا اور اسکے ہاتھ میں کچھ تھا جو واضح نظر نہیں آ رہا تھا۔ لڑکی ہمت کر کے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس سے کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ مسلسل سر نفی میں ہلا رہی تھی۔

"اوہ مائے گاڈ۔" ام ہانی نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پہ رکھتے ہوئے اپنی چیخ کا گلا گھونٹا۔

"کیا ہوا ہے۔" شہریار بھی پریشانی سے یہ سب دیکھ رہا تھا مگر کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"آپ چپ کریں۔" ام ہانی نے اسے ہاتھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

وہ لڑکا اب زبردستی اسکا ہاتھ پکڑ کر تقریباً گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ نیچے لے جا رہا تھا۔ ام ہانی کے چھت پر اندھیرا تھا ورنہ وہ بہت جلد ان کی موجودگی کو نوٹس کر لیتا۔ اس کے نیچے جانے کے بعد ہانی دیوار سے ہٹ کر کرسی پہ ڈھے سی گئی تھی۔

"کیا بات ہے ہانی کیوں پریشان ہو بتاؤ کیا تم ان لوگوں کو جانتی ہو۔" شہریار اسکے قریب بیٹھتے ہوئے پریشانی سے بولا۔ ہانی نے سر سر اثبات میں ہلایا

"کون ہیں یہ لوگ۔۔؟" شہریار نے اگلا سوال کیا۔

"پڑوسی ہیں ہمارے۔" ہانی کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔

"تم کیوں پریشان ہو کون ہے یہ لڑکی اور وہ لڑکا کیوں اس پہ تشدد کر رہا تھا۔ کون ہے یہ دونوں۔" شہریار مسلسل جراح کر رہا تھا۔

"تمہیں رُقیہ آنٹی یاد ہیں۔" ہانی نے اپنے آنسو اندر اتارتے ہوئے شہریار کو دیکھا۔

"وہ جو سارا دن ہم سب بچوں کو اپنے گھر پہ رکھتیں تھیں اور بہت پیار بھی کرتیں تھیں ہم سے۔ اللہ ان جنت میں بلند مقام عطا کرے ۔" شہریار نے فوراً جواب دیا۔ ہانی نے سر اثبات میں ہلایا۔

"یہ فریحہ تھی ان کی بیٹی۔" ام ہانی نے آہستگی سے کہا۔

"کیا۔" اب کے حیران ہونے کی باری شہریار کی تھی۔

"مگر یہ لڑکا کون تھا۔" "اسکا سوتیلا بھائی۔" کہتے ہوئے ام ہانی کی آنکھیں چھلک پڑیں تھیں۔

"ارے تم کیوں رو رہی ہو۔" شہریار اس کے آنسو دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

ا"سکی ماں اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ جب تک تھی میں اسکی چہیتی تھی رُقیہ آنٹی نے ایک ماں سے بڑھ کر مجھے پیار دیا اور آج ان کی بیٹی اس حال میں ہے اور میں اتنی بے خبر ہوں کہ۔" ہانی چہرہ ہاتھوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"اس سب میں تمہارا کیا قصور۔" شہریار نے اسے بہلانا چاہا.

"ظلم دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لینا بھی ظلم کا ساتھ دینا ہی ہوتا ہے۔" ہانی نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مگر تم اس سب سے بے خبر تھی۔" شہریار نے اسکا دل بہلانا چاہا۔

"ہاں میں بے خبر تھی اور اسی بے خبری نے کسی کی زندگی کو جہنم بنا ہوا ہے۔" وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے خود کو سنے لگی۔

"ہو سکتا یہ ہماری آنکھوں کا دھوکا ہو اور ایسا بس آج ہوا ہو۔" شہریار کسی بھی حال میں ہانی کو اس سب سے باہر نکالنا چاہتا تھا۔

"ہو سکتا ہے یہ سب روز ہوتا ہو۔ فری نے ہمارے گھر آنا بھی چھوڑ دیا ہے۔" ہانی از حد پریشان تھی اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر فری کے پاس پہنچ جائے۔

"تم پریشان مت ہو سب ٹھیک ہو جائے گا دو بج رہے ہیں تم جا کر سو جاؤ صبح جلدی اٹھنا ہے۔" وہ گھڑی کی طرف دیکھتا اسکو دلاسا دیتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ام ہانی بھی اس کی تقلید میں چلتی نیچے چلی گئی۔ مگر پوری رات وہ ٹھیک سے سو نہیں پائی تھی۔ سولہ سالہ معصوم فری کا چہرہ اسکی آنکھوں کے سامنے گھومتا رہا تھا۔

"صبح سب سے پہلے فری سے ملوں گی۔" ام ہانی ارداہ کرتے ہوئے سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆☆

صبح سب لوگ جلدی اٹھ گئے تھے۔ مرد لوگ عید کی نماز ادا کرنے مسجد چلے گئے تھے اور خواتین تیار ہو کر ناشتے پر ان کا انتظار کرنے لگی تھیں۔

"ہانی تم کہاں کھوئی ہو۔" طوبٰی نے گم سم بیٹھی ہانی کو ٹہکا دیا۔

"میں کب گم سم ہوں۔" ہانی چونک کر فوراً سیدھی ہوئی۔

"چلو آؤ دیکھتے ہیں کچن میں کیا بنا ہے۔" وہ لاؤنج سے اٹھ کر کچن کی طرف چل دیں۔ اتنے حماد، ظہیر، مشتاق صاحب، حسام کے پاپا اور شہریار گھر واپس آ گئے تھے۔

واؤ رس ملائی، کھیر، شیر خورمہ، سویاں ارے بڑی بات ہے آج تو سچ مچ کی عید ہے۔" طوبٰی کے منہ میں پانی آ گیا۔

"مجھے تو رس ملائی بہت پسند ہے یار۔" طوبٰی بات کرتے ہوئے پیچھے مڑی۔ اور ٹرے سیٹ کرتی ہانی کو دیکھ کر پوچھا۔

"ابھی سے بھائی کی اتنی فکر ہے کہ ان کے آتے ہی تم ٹرے سیٹ کرنے لگیں۔" طوبٰی شرارت سے ہنسی۔ وہ خاموشی سے برتنوں میں مختلف چیزیں بھرنے لگی۔

"بتاؤ آج تو تم بہت خوش ہو گی کہ ان کے نام منسوب ہونے میں چند دن باقی ہیں۔" طوبٰی ابھی تک شرارت کے موڈ میں تھی۔

"طوبٰی سنو برتن نکالو تا کے ہم سب کو کھیر وغیرہ سرو کر دیں۔" ہانی نے کھیر رس ملائی ڈونگے میں نکالتے ہوئے کہا۔

"وہ ٹرے کس کے لیے ہے۔" طوبٰی نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھا۔

"بتا دوں گی پہلے ہم سب کو دے آئیں یہ۔" وہ چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ طوبٰی کندھے اچکا کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"لے قدرت نے تیری میچنگ کر دی ہے۔" ظہیر نے برتن لگاتی طوبیٰ کو دیکھ کر حماد سے کہا۔

"کیا مطلب۔" حماد نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا۔

"دیکھو اتنے معصوم مت بنو کیوں کے تم نہیں ہو۔" ظہیر نے اسے آنکھیں دیکھائیں۔

"تم سدھر نہیں سکتے۔" حماد نے دانت پیسے۔

"کیا کیا ہے میں نے بس یہ کہا ہے کہ تم نے اور طوبیٰ دونوں نے میرون سوٹ پہنا ہے۔" ظہیر نے لاپرواہی سے کہا۔

"یہ محض ایک اتفاق ہے۔" حماد نے آہستہ آواز میں کہا کہیں کوئی سن نہ لے۔

"اسے اتفاق نہیں دل کو دل سے راہ کہتے ہیں۔ روحوں کا ملن ٹائپ کچھ کہتے ہیں۔" ظہیر ذہن پہ زور دیتے بولا۔

"ابے بکواس مت کر اس بے چاری کو پتہ بھی نہیں اور میں ابھی اس حد تک اس میں انولو نہیں ہوا۔' حماد نے اپنی صفائی دی۔

"یعنی حد سے کچھ پیچھے تک انولو ہو گئے ہو اتنا بھی کافی ہے۔" ظہیر نے بات کو اپنی مطلب کا جامہ پہنایا۔

"تو سدھرے گا نہیں اس طرح کی کوئی بھی بات ان گھر والوں تک پہنچی کیا سمجھیں گے وہ مجھے بولو۔ فلحال تم چپ ہی رہو۔" حماد نے آہستہ آواز میں اسے تنبیہہ کی۔

"آپ لوگ آجائیں سب ریڈی ہے۔" وہ اسی بحث میں مصروف تھے جب طوبیٰ ان کے قریب آکر بولی۔ حماد چونک کر سیدھا ہوا۔ وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

"وہ آئے ہمارے در پہ خدا کی قدرت۔" ظہیر نے بلند آواز میں شعر پڑھنا شروع کیا۔ حماد نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پہ رکھ کر اسکی آواز کا گلا گھونٹا تھا۔ طوبیٰ نے حیرت سے پیچھے مڑ کے دیکھا وہ دونوں آپس میں ہی مصروف تھے وہ سر جھٹکتی آگے بڑھ گئی۔ سب لوگ بیٹھے عید کے پکوان سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ جب ہانی نے کچن میں رکھا ٹرے اٹھایا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔ سب نے اسے حیرت سے جاتے دیکھا تھا مگر پوچھا کسی نے کچھ نہیں۔

"تمہارے ساتھ میچنگ سوٹ پہننے کی ڈسکشن کرنے کے لیے کل بھابھی نے تمہیں چھت پہ بلایا تھا۔" رس ملائی کا بڑا بول اپنے منہ رکھتے ہوئے ظہیر نے کہا۔

"کم آن یہ کوئی بات ہے ڈسکس کرنے والی۔" شہریار مسکرا دیا۔

"نہیں میں تو کنفرم کر رہا تھا۔" وہ حماد کے لاکھ اشارے کر بے پہ بھی چپ نہیں ہو رہا تھا۔

"کیا کنفرم کر رہے تھے۔" شہریار نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"بس آجکل اتفاق بہت ہو رہے ہیں سوچا پوچھ لوں تمہارے ساتھ بھی اتفاق ہی ہوا ہے۔" وہ اب کھیر کے ساتھ انصاف کر رہا تھا۔

"جی بالکل یہ محض ایک اتفاق ہے کہ ہانی اور میرا ڈریس وائٹ ہے۔" وہ بڑے بڑے نوالے حلق میں انڈیلتے ظہیر کو دیکھ کر بولا۔ حماد سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"کوئی اٹھا کر نہیں لے جا رہا آرام سے کھاؤ۔" شہریار ظہیر کا کندھا تھپک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم کہاں جا رہے ہو۔" حماد نے اسے اٹھتے دیکھ کر پوچھا۔

"بس یہیں باہر تک جا رہا ہوں ابھی آتا ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"بھابھی کی جاسوسی کرنے جا رہا ہے۔" ظہیر دور کی کوڑی لایا۔

"تم ڈونگے خالی کرو دماغ پہ زیادہ زور مت دو۔"

شہریار اسے کہتا آگے بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ام ہانی ٹرے لے کر سیدھا فریحہ کے گھر گئی تھی۔ ٹرے تو بس ایک بہانہ تھا وہ تو بس فریحہ سے ملنا چاہتی تھی۔ عید کے دن تو سبھی گھر پہ ہوتے ہیں۔ اسکا سوتیلی ماں اسکا سوتیلا بھائی اور اسکا باپ سبھی موجود تھے مگر وہ خود کہیں نہیں تھی۔

"اسلام علیکم آنٹی عید مبارک۔" وہ روشن آرا کو ٹرے پکڑا کے آگے بڑھ گئی۔ زمان صاحب اور رمیز بیٹھے کچھ بات کر رہے تھے۔

"عید مبارک انکل۔" ہانی نے جھک کر انکا پیار لیا۔

"خیر مبارک بیٹا کیسی ہو۔ آج اس گھر کا راستہ کیسے بھول گئیں۔" وہ ہانی کو دیکھ کر مسکرائے۔

"ارے بس انکل کچھ مت پوچھیں مصروفیت میں کچھ ہوش ہی نہیں رہا۔" وہ شرمندگی سے بولی۔

"اب تو تم بھی عید کا چاند ہو گئی ہو عید کے عید نظر آتی ہو۔" وہ اب بھی اس سے شکوہ کناں تھے۔

"انکل اب بس کریں اور کتنا شرمندہ کریں گے۔" وہ زمان صاحب خود دیکھ کر مسکرائی۔ وہ جب سے یہاں کھڑی تھی۔ رمیز کی نظریں بس اسی کے جسم کا طواف کر رہیں تھیں۔ اور اسکے دیکھنے کا انداز مانو آنکھیں نہیں ایکسرے مشین ہو۔

"اچھا جی نہیں کرتے شرمندہ آؤ بیٹھو۔" وہ بھی اسے دیکھ کر ہنس دیئے۔

"نہیں انکل فریحہ کہاں ہے مجھے اس سے ملنا تھا۔" وہ کھڑے کھڑے عجلت بھرے لہجے میں بولی ہانی اب اس گھٹیا شخص کے سامنے ایک سیکنڈ بھی رکنا نہیں چاہتی تھی۔ فری کا نام سن کر رمیز کے چہرے کا زاویہ کچھ بدلا تھا مگر پھر وہ سر جھکا گیا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہے۔" زمان صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے اس کے خمرے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ انہیں شکریہ کہتی آگے بڑھ گئی۔ رمیز کی نظروں نے دور تک اسکا تعاقب کیا تھا۔

"ارے عید مبارک فری کیسی ہو میری جان۔" وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے جوش سے بولی۔ مگر سامنے کا تو منظر ہی کچھ اور تھا۔ ملگجے سے کپڑوں میں اوندھے منہ پڑی فری کو دیکھ کر وہ حول گئی تھی۔

"ارے فری کیا ہوا۔" ام ہانی نے کندھے سے پکڑ کر اسے سیدھا کیا۔

"تم رو کیوں رہی ہو۔" ام ہانی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ فری ایک دم اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ام ہانی بس اسکی کمر تھپکتی رہی اور اس رونے دیا۔ کبھی کبھی رو لینا صحت کے لیے اچھا ہوتا ہے اور اپنے دکھ پر رونا بھی کسی اپنے کو دیکھ کر ہی آتا۔ وہ اور فری بچپن سے ساتھ تھیں وہ فری سے پانچ سال بڑی تھی اور دونوں کی بہت اچھی دوستی تھی۔ فریحہ حسام کی کلاس فیلو تھی۔ ہمیشہ فرسٹ آتی اور سیکنڈ آنے پہ ام ہانی حسام کی ٹھیک ٹھاک دھلائی کرتی۔ وقت بڑی ظالم چیز ہے۔ فری دس سال کی تھی جب ایک حادثے میں رُقیہ بیگم انتقال کر گئیں۔ کچھ رشتے داروں کے مشورے پر ایک عورت سے جس کا پہلے ایک بیٹا تھا اور وہ بیوہ تھی اس سے نکاح کر لیا۔ جس طرح زمان صاحب نے رمیز کو قبول کیا اسی طرح روشن آرا نے فری کو۔ فری اور ہانی دونوں کا ایک دوسرے کے گھر بہت آنا جانا تھا۔ مگر روشن آرا کی جلی کٹی باتوں سے تنگ آ کر ہانی نے ان کے گھر جانا بند کر دیا تھا۔ اور فری کو روشن آرا گھر سے نکلنے ہی نہ دیتی وہ بہت ذہین بچی تھی۔ اور حسام کے ساتھ ہی انٹری ٹیسٹ کی تیاری بھی کر رہی تھی۔

"فری چپ کرو کیوں اتنا رو رہی ہوں کیا بات ہے۔" ہانی اسے خود سے علیحدہ کرتے ہوئے پیار سے بولی۔

"آپ تو مجھے بھول ہی گئیں ہیں آپ کی کوئی دوست کوئی بہن بھی تھی شاید آپکو یاد ہی نہیں رہا۔" وہ اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"فری تو میری جان ہے میں کیسے بھول سکتی ہوں اسے" ہانی نے پیار سے اس کے آنسو صاف کئے۔

"یہ تمہارے ماتھے اور گال پہ کیا ہوا ہے۔" ہانی نے اس کے سوجے گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بغور دیکھا۔

"کچھ بھی نہیں۔" فری ایک دم اس کے سوال پہ بہت سہم گئی تھی۔

"کسی نے مارا ہے کیا۔" ہانی نے اسے پیار سے پچکارا۔

"نہیں مجھے کوئی کیوں مارے گا۔ میں کل گر گئی تھی۔" فری نے لڑکھڑاتے ہوئے صاف جھوٹ بولا۔ سچ سے تو ہانی واقف تھی مگر فری کو ہانی پہ اعتبار کرنے کے لیے کچھ وقت چاہیے تھا۔

"اچھا کیسے گری تم۔" ہانی نے اسے وقت دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"بس وہ کل چھت پہ پاؤں سلپ ہو گیا تھا۔" فری نظریں چرا کر بولی۔ ہانی سمجھ گئی تھی وہ اتنی آسانی سے کچھ نہیں بتائے گی۔

"میں تمہیں لینے آئی ہوں۔" ہانی نے بات بدل دی۔ فری نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"ارے پاگل لڑکی میری منگنی ہو رہی ہے۔" ہانی نے کچھ شرما کر ڈوپٹے کا پلو دانتوں میں دیا۔ فری ایک دم کھلکھلا کے ہنس دی۔

"نہ کریں ہانی آپ شرماتی ہوئی بہت عجیب لگتیں ہیں۔"

"شرم کرو بدتمیز لڑکی۔" ہانی نے ہلکا سا دھپ رسید کیا۔

"اچھا ناراض مت ہوں یہ بتائیں دولہا بھائی کون ہیں ہمارے۔" فری اسکے گلے میں بانہیں ڈال کر پیار سے بولی۔

"بتانا کیوں ہے ملواتی ہوں تمہیں ابھی۔" ہانی نے آنکھیں نچائیں۔

"وہ یہاں پر ہیں کیا۔" فری نے ایک دم سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔ ام ہانی نے سر اثبات میں ہلایا۔

"نام تو بتائیں اور منگنی کب ہے۔" فری جوش سے بولی۔

"ایک شرط پہ بتاؤں گی۔" ام ہانی اٹھی۔

"کونسی شرط کیسی شرط۔" فری نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تمہیں میرے ساتھ گھر چلنا ہو گا۔ جب تک میری منگنی ہے۔" ام ہانی نے اپنی شرط سامنے رکھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا آپ جانتی ہیں۔" فری کی روشن آنکھوں کے دیئے ایک دم بجھ گئے تھے۔

"تم بتاؤ چلو گی میرے ساتھ پرمیشن لینا میرا کام ہے۔" ہانی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر جوش سے کہا۔

"میں آپ کو بھلا انکار کر سکتی ہوں۔" فری نے مسکرا کر کہا۔

"او کے اٹھ کے چینج کرو اچھے سے کپڑے پہننا اور اپنی پیکنگ کرو۔ میں ابھی آئی۔" ہانی اسے ہدایات دیتی باہر چلی گئی تھی۔

"انکل آپ سے ضروری کام ہے پر آپ وعدہ کریں انکار نہیں کریں گے" ام ہانی فری کے کمرے سے نکل کر سیدھا انکل کے پاس گئی تھی۔ جو ابھی تک رمیز کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

"ہاں بیٹا آپ کہو اگر ماننے والی ہوئی تو ضرور مانیں گے۔"

میری انگیجمنٹ ہے پرسوں تو آپ لوگوں کو انوائٹ کرنے آئی ہوں۔ بہت جلدی میں ہو رہی ہے تو کارڈ وغیرہ نہیں بنوائے۔ ام ہانی نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔ رمیز اب بھی اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"میری کوئی بہن بھی نہیں ہے۔ تو میں یہ چاہ رہی تھی کہ ایک دو دن کے لیے اگر میں فری کو اپنے ساتھ لے جاؤں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا۔" وہ رمیز کو اگنور کرتے ہوئے انکل سے بات کر رہی تھی۔

"فری کیوں جائے گی تم لوگوں کے گھر فنکشن پہ!" رمیز ایک دم رعب سے بولا۔

"آپ فری کے والد محترم ہیں کیا۔" ام ہانی نے اپنا روئے سخن اس کی طرف موڑا۔

"نہیں تو۔" وہ ایک دم گڑبڑا گیا۔

"تو میں ان سے بات کر رہی ہوں اپنے قیمتی مشورے اپنے پاس رکھیں۔" ام ہانی نے مہذب الفاظ میں اسکی ٹھیک ٹھاک عزت افزائی کی تھی۔

"انکل پلیز میں انکار نہیں سنوں گی۔" ام ہانی لجاجت سے بولی۔

"ٹھیک ہے بیٹا جیسے آپ کی خوشی۔" زمان صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو تھینک یو سوچ انکل۔" ام ہانی خوشی سے اچھل پڑی تھی۔ رمیز اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔

"بندر کہیں کا۔" ام ہانی زیر لب اسے گالیوں سے نوازتی فری کے کمرے کی طرف چل دی وہ تیار بیٹھی تھی۔ ام ہانی نے اسکا بیگ پکڑا اور اسے ساتھ لے کر گھر سے باہر نکل آئی رمیز ان کے پیچھے آیا تھا۔ اور اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ام ہانی کا مرڈر کر دے۔ کچھ اسی قسم کے جذبات ام ہانی کے بھی اس کے لیے تھے۔

گھر کے دروازے کے باہر اتنی دھوپ اور گرمی میں چہل قدمی کرتے شہریار کو دیکھ کر وہ دونوں رک گئیں تھیں۔ شہریار ام ہانی کے ساتھ فریحہ کو دیکھ کر حیرانی سے وہیں جم گیا تھا۔

"یہ لڑکی کچھ بھی کرتی ہے نتائج کی پرواہ کئے بغیر۔" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بولا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔" ام ہانی اس کے قریب رکتے ہوئے ہوئے بولی۔

"آپ کا انتظار۔" وہ ایک نظر سر جھکائے کھڑی فری پہ ڈال کر بولا۔

"اتنی گرمی میں۔" وہ شہریار کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"گھر کے اندر چلو واقع ہی کافی گرمی ہے۔" وہ بات بدل کر انکو اندر چلنے کا کہتا خود بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔ فری کو دیکھ کر جہاں سب حیران ہوئے تھے وہیں سب خوش بھی تھے۔

حسام تو مانو جون میں واپس لوٹ آیا تھا۔ اسکے دانت اندر ہی نہیں جا رہے تھے۔

وہ دونوں بچپن سے کافی اچھے دوست تھے مگر اب کچھ عرصے سے فری اس سے کافی دور بھاگنے کی کوشش کرتی تھی۔ وہ بات کرتا تو۔ ہوں، ہاں میں جواب دیتی ورنہ خاموش ہی رہتی۔

"آج رات ڈنر کون کروا رہا ہے۔" وہ سب لوگ لاؤنج میم بیٹھے تھے بڑوں نے اپنی محفل لگا رکھی تھی اور بچوں نے اپنی۔ سب لوگ ایک دوسر کی ٹانگ کھینچنے میں مصروف تھے۔ جب طوبیٰ نے سب اس اہم مسئلے کی طرف متوجہ کیا۔

"ام ہانی آج ڈنر کروائیں گی ہمیں۔" شہریار نے کہتے ہوئے کن آکھیوں سے ام ہانی کو دیکھا۔

"جی بلکل کیوں نہیں پرسوں رات یہ ڈنر کروائیں گے سب کو۔" ام ہانی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ سب کا بھرپور قہقہہ پڑا تھا۔

"کوئی کسی کو ڈنر نہیں کروائے گا آج سب لوگ گھر پہ کھانا کھائیں گے۔" صفیہ بیگم کی گرج دار آواز نے سب کے قہقہوں کا گلہ گھونٹا تھا۔

"کیوں پھوپھو۔" سب سے پہلا سوال حسام کی طرف سے اٹھا۔

"امی پلیز جانے دیں ناں۔" طوبیٰ نے بھی دہائی دی۔

"تم لوگ پہلے بتا دیتے میری بھابی نے جو گرمی میں کھڑے ہو کر اتنا سارا کھانا بنایا ہے وہ کون کھائے گا۔" صفیہ بیگم نے ناراضگی سے کہا۔

"لو ہو گیا شروع نند بھابی کا پیار قسط نمبر دو سو بیس۔ تحریر صفیہ بیگم، ہدایات مشتاق صاحب، مین لیڈ مما اینڈ بابا، دیگر کاسٹ میں ہانی، حسام، طوبیٰ اور شہریار شامل ہیں۔ حسام بلند آواز میں شروع ہوا سب لوگ منہ نیچے کر کے ہنسنے لگے تھے۔

"بتاؤں تمہیں میں بدتمیز مجھ سے مذاق کرتا ہے۔" صفیہ بیگم نے اسے کان سے پکڑا۔

"پھوپھو چھوڑیں کیا غلط کہا ہے میں نے سچ ہی تو کہا ہے۔" وہ دہائی دیتے ہوئے اپنا کان چھوڑانے کی کوشش کرنے لگا۔

"پھوپھو ایک دو تھپڑ لگا ہی دیں اسے بہت بدتمیز ہو گیا ہے۔ یہ آجکل منہ میں کچھ زیادہ ہی لمبی زبان آئی ہوئی ہے اس کی۔" ام ہانی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے صفیہ بیگم سے کہا۔

"تم لوگ نہیں سمجھو گے بڑا گہرا پیار ہے ہم دونوں کا مثالی بھی کوئی کہہ نہیں سکتا کہ نند بھاوج ہیں بہنیں سمجھتے ہیں لوگ ہمیں۔" پھوپھو فخریہ انداز میں کہتی وہاں سے چلی گئیں۔ سب لوگ بعد میں حسام پہ ہنسنے لگے تھے۔ فریحہ بھی سب میں بیٹھی کافی ریلیکس لگ رہی تھی۔ جب وہ آئی تھی تب کافی سہمی ہوئی تھی۔ مگر اب کافی بہتر تھی۔

ڈنر کے پلان پہ پھوپھو پانی بہا کر جا چکیں تھیں۔ اس لیے سب نے صبر شکر سے گھر پہ کھانا کھایا اور اپنے اپنے کمروں میں سونے چل دیئے۔ فریحہ طوبیٰ اور ہانی ایک ہی کمرے میں تھیں۔ وہ لوگ صبح سے جاگ رہیں تھیں تھکن سے چور وہ جلدی سو گئیں تھیں۔

پانی گرنے کی آواز پر ہانی کی آنکھ اچانک کھل گئی تھی۔ واش روم میں کوئی تھا۔

"فری ہو گی۔" وہ پھر سے کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر کافی دیر بعد بھی فری باہر نہیں آئی تھی۔ ہانی نے موبائل اٹھا کر ٹائم چیک کیا تھا۔ رات کے تین بج رہے تھے۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ فری نہا رہی ہے۔ مگر اس وقت وہ تو سو گئی تھی کوئی گہری نیند سے اٹھ کر کیسے نہا سکتا ہے وہ بھی اتنی رات کو جب کوئی مجبوری بھی ناں ہو۔ وہ یہ ہی سب سوچتی رہی۔ کافی دیر بعد فری کمرے میں آئی تھی۔

ہانی نے اسے یہ تاثر بالکل نہیں دیا تھا کہ وہ جاگ گئی ہے۔ وہ ادھر ادھر دیکھتی احتیاط سے اپنے بستر پر واپس لیٹ گئی تھی۔ ہانی کافی دیر پریشانی سے سوچتی رہی تھی ہو سکتا ہے اسے عادت ہو پھر وہ خود کو تسلی دیتی دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ ہانی کی آنکھ الارم سے کھلی تھی جو اس نے فجر کی نماز کے لیے لگا رکھا تھا۔

وہ تیزی سے اٹھی تھی۔ فری اپنے بستر پہ نہیں تھی۔ وہ تھوڑی دیر رک کر اسکا انتظار کرنے لگی۔ وہ جلدی واش روم سے باہر آگئی تھی ۔اسکے گیلے بال اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ وہ ابھی ابھی نہا کہ نکلی ہے۔ ام ہانی اس بات سے اور الجھ گئی تھی۔ 3 بجے کہ بعد اب پانچ بجے پھر سے۔ نماز پڑھ کر فری پھر سے سو گئی تھی۔ مگر اسکا ذہن بہت الجھ گیا تھا۔ وہ بہت کوشش کے بعد بھی سو نہیں پائی تو اٹھ کر باہر آ گئی۔

"لگتا ہے مما بھی جاگ رہی ہیں۔" کچن سے کھٹکے کی آواز پر وہ کچن کی طرف چل دی۔

"موصوف اب اپنے ہونے والے سسرال میں خود چائے بنا کر کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔" ام ہانی نے مسکرا کر چائے بناتے شہریار کو دیکھا۔

"زن مرید ہونے کا ثبوت پیش کرنا چاہ رہا ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے پیچھے مڑا۔

"اچھا جی اس سے کیا ہو گا۔" وہ چلتے ہوئے اس کے قریب آئی۔

"ہو سکتا ہے میری شادی کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"شادی کی ڈیٹ تب تک نہیں ملے گی جب تک میں ناں چاہوں۔" وہ اٹھلائی۔

"چلیں آپ کو منا لیں گے ہم وہ چائے کا پانی۔" چولہے سے اتارتے ہوئے بولا۔

"دیکھتے ہیں۔ ویسے اتنی صبح کیوں اٹھ گئے۔ خیریت۔" وہ چائے کے لیے مگ نکالنے لگی۔

"بس عادت سے مجبور ہوں چھٹی والے دن بھی دیر تک سو نہیں پاتا۔" وہ پانی مگ میں انڈیلنے لگا۔

"تم پیو گی۔" وہ اسنے ایک دم ہانی کو مخاطب کیا۔

"جب دو کپ رکھے ہیں تو اسکا کیا مطلب ہوا۔" ہانی نے اسے گھورا۔

"اچھا سوری۔" وہ ہنس دیا۔ وہ لوگ اپنی چائے لے کر بالکونی میں بیٹھ گئے تھے۔ گھر کے باقی فرد سو رہے تھے۔ آج کا دن بہت مصروفیت میں گزرنے والا تھا آج سب کو منگنی کی تیاری جو کرنی تھی۔

"کیا بات ہے ہانی تم کچھ پریشان لگ رہی ہو۔" شہریار نے گم سم بیٹھی ہانی کو مخاطب کیا۔

"ہاں بس وہ۔" وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ اور پھر کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"کیا بات ہے بولو ہانی تم مجھ پہ اعتبار کر سکتی ہو۔" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے پیار سے بولا۔

"فری کا مسئلہ کوئی چھوٹا موٹا نہیں ہے۔ اسکے ساتھ کوئی بہت بڑا مسئلہ ہے جو نہ تو وہ خود سہہ پا رہی ہے ناں ہی کسی سے کہہ پا رہی ہے۔ وہ اتنی آسانی سے کسی سے کچھ شیئر نہیں کرے گی اور میں اسکی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔" ام ہانی کپ کے کنارے پہ انگلی پھرتے ہوئے پریشانی سے بولی۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا کہ کوئی بہت بڑا مسئلہ ہے۔" شہریار نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آج رات تین بجے وہ نہائی اور جب میں اب صبح اٹھی وہ تب بھی نہا کہ نکل رہی تھی۔ شیری کوئی ایک رات میں دو بار کیوں نہائے گا۔ جب اسے کہیں جانا نہیں جب اس کے کپڑے اور جسم میلا نہیں۔" وہ بے حد پریشان تھی۔

"کچھ لوگوں کو بار بار نہانے کی عادت ہوتی ہے۔ تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ یا ہو سکتا ہے کہ کوئی سائیکی پرابلم ہو۔" شہریار نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔

"مسئلہ جو بھی ہے پتہ تو میں لگا کر رہوں گی۔" ہانی نے مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے چائے کا سپ لیا۔

"ان شاء اللہ سب بہتر ہو گا۔" شہریار بھی چائے پینے لگا۔

"یہ نمک والی چائے کا بدلہ لیا ہے ناں آپ نے مجھ سے۔" وہ چائے کا کپ ٹیبل پہ پٹختے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا۔" شہریار نے حیرے سے اسے دیکھا۔

"اتنی کڑوی چائے۔" ہانی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ تم چائے میں چینی نہیں لیتی۔" وہ اب بھی حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں مسٹر شہریار اسے چائے کہنا چائے کی بے عزتی ہے بلکہ توہین ہے۔ پانی میں پتی اور چند قطرے دودھ ڈال کر بنا چینی کے اسے کوئی سیاہ محلول کہا جا سکتا ہے چائے نہیں۔" وہ غصے سے بولی۔

"مگر میں تو ایسی ہی چائے پیتا ہوں۔"

"جی اچھی طرح جانتی ہوں اس ٹیسٹ میں آپ فیل ہو گئے ہیں اس لیے یہ چائے آپ ہی پیئیں۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کونسا ٹیسٹ۔" شہریار نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"زن مریدی کے۔" وہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

"پاگل لڑکی۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

پورا دن سبھی کا تقریباً مصروفیت میں گزرا تھا۔

ہانی کی نظر فری پر ہی تھی۔ پورا دن اس نے کوئی مشکوک حرکت نہیں کی تھی۔ ہر کوئی اپنے کام میں مصروف تھا۔ آج رات کو شہریار اور ہانی کی انگیجمنٹ سرمنی تھی۔ ہانی کی ساری فرینڈز تقریباً آوٹ آف سٹی تھیں۔ اور وہ اس شرط پہ منگنی کرنے کے لیے تیار ہوئی تھی کہ کوئی کسی کو نہیں بتائے گا کہ ہانی کی منگنی ہو گئی ہے۔ اس بات پہ سب بہت ہنسے تھے مگر سب نے مان بھی لی تھی۔

فریحہ بھی کافی خوش اور مطمئن دیکھائی دے رہی تھی فری اور طوبیٰ، ہانی کو لے کر پارلر گئیں تھیں۔ اور شہریار کو اسے وہاں سے پک کرنا تھا۔

"اللہ ہانی آپی قیامت لگ رہی ہو آپ تو۔" فری اسے تیار ہوا دیکھ کر نہال ہو گئی تھی۔ وہ شرما کر سر جھکا گئی۔

"شرماؤمت یہ فری ہے شیری بھائی نہیں۔" طوبیٰ نے اسے چھیڑا۔ وہ بس اسے گھور کر رہ گئی اسی اثنا میں شہریار انہیں پک کرنے آ گیا تھا۔ وہ چاروں پارلر سے سیدھا حال گئے تھے۔ راستے میں شہریار نے ہانی کو دیکھنے کے بہت جتن کئے تھے مگر طوبیٰ نے اسے چادر میں چھپا رکھا تھا۔

"یار ہونے والی بیوی ہے دیکھا دو ایک بار میں دیکھ کر دل جلا لوں اپنا۔" شہریار نے مر رہانی پہ سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

"جب دل ہی جلانا ہے تو مت دیکھیں ناں۔" طوبیٰ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں دل اس لیے جلانا ہے کہ ہزراوں روپے کا میک اپ جو کروایا ہے وہ تو ڈھل جائے گا اس لیے جی بھر کے دیکھ لوں۔" وہ اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"ایک شرط پہ دیکھ سکتے ہیں آپ۔" طوبیٰ نے کچھ سوچتے ہوئے ایک بیچ کی راہ نکالی۔

"اچھا بتاؤ کیا شرط ہے۔" شہریار نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ سیدھے رہیے اور سامبے دیکھئے بس کانوں سے مجھے سنیے۔" طوبیٰ نے اسکا سر پکڑ کر سیدھا کیا۔

"اچھا شرط بتاؤ۔" شہریار نے سامبے دیکھتے ہوئے پھر سے پوچھا۔

"پچاس ہزار دیں اور دلہن دیکھ لیں۔" طوبیٰ مسکراتے ہوئے اپنی شرط بتائی۔

"رہنے دو اتنے پیسوں میں تو میں اسے دو بار تیار کروا کے دیکھ لوں گا۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔ وہ تینوں ہنس دیں۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا آپ دونوں شادی کے لیے مان کیسے گئے آپ لوگوں کی تو لڑائی ہی ختم نہیں ہوتی تھی۔" فری دونوں کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے اپنی حیرت کا اظہار کر رہی تھی۔

"فریحہ وہ کیا ہے ناں کہ ام ہانی میری محبت میں تقریبا پاگل ہو چکی تھی۔ تو میں نے بھی ترس کھا کر شادی کے لیے ہاں کر دی۔" شہریار بیک مرر میں ان کو دیکھتے ہوئے معصومیت سے بولا۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

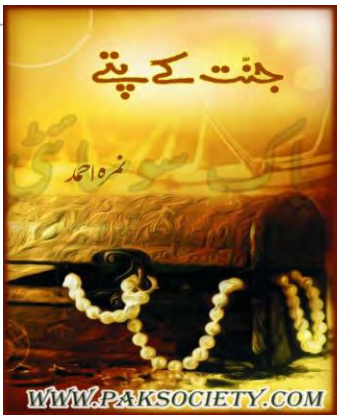

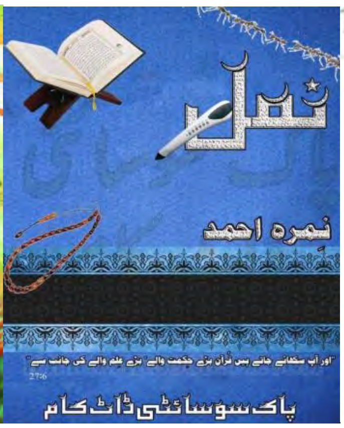

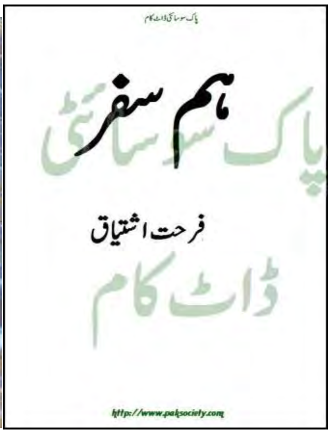

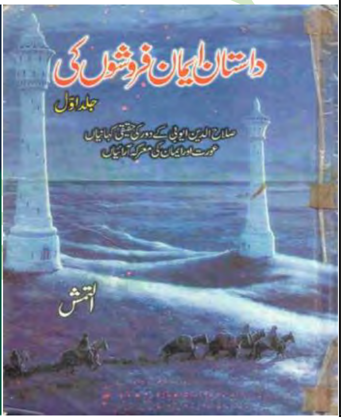

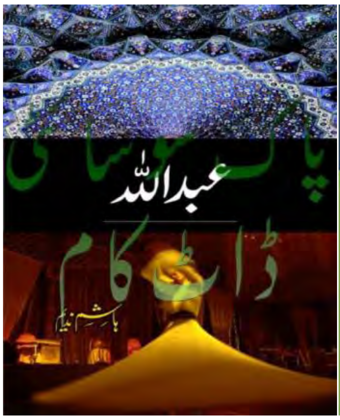

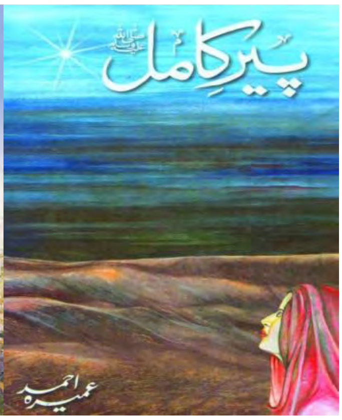

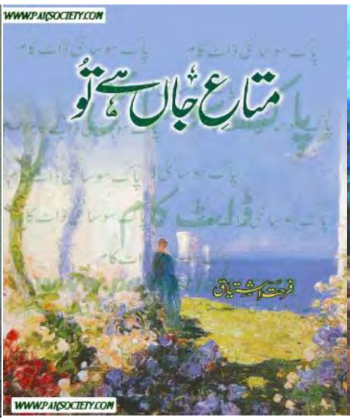

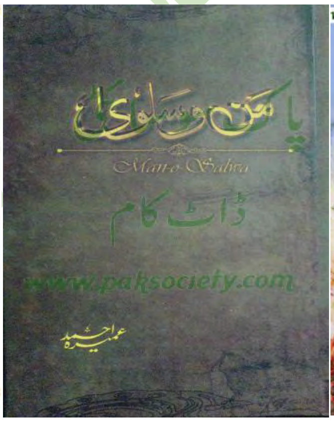

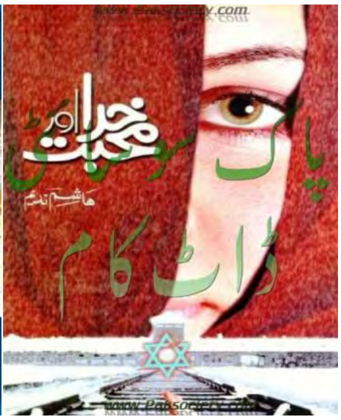

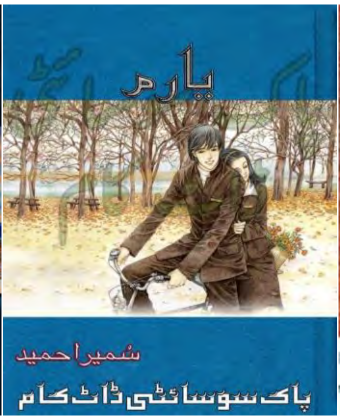

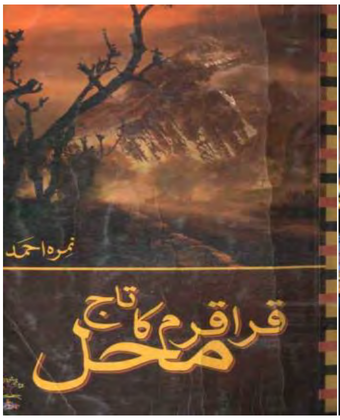

"شرم نہیں آتی ناں جھوٹ بولتے ہوئے تم مجھ پہ ترس کھا رہے ہو۔ میں کب آئی تھی اپنی محبت کا خالی کشکول لے کر تمہارے پاس۔" ام ہانی نے سارے لحاظ بلائے طاق رکھتے ہوئے چہرے سے گھونگھٹ الٹ کر اسے کھری کھری سنائیں تھیں۔ شہریار کا قہقہہ بے ساختہ تھا وہ اپنی چال میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"ام ہانی بلکل پاگل ہو تم طوبیٰ نے اپنا سر پیٹ لیا۔" پورا راستہ ان لوگوں کی نونک جھونک چلتی رہی تھی۔

ہال میں انہیں حسام حماد اور ظہیر نے رسیو کیا تھا۔ حماد طوبیٰ کو دیکھ کر مبہوت ہو گیا تھا۔ بلیک اور گرے کلر کے کنٹراسٹ کا سوٹ اس پہ بہت جچ رہا تھا۔ طوبیٰ ام ہانی کو لے کر سٹیج کی طرف بڑھ گئی۔

"لڑکی کو نظر لگانے کا ارادہ ہے کیا۔" ظہیر اس کے کان کے قریب ہو کر بولا۔ حماد فوراً اپنی اصلی پوزیشن میں واپس آیا۔ فری ان دونوں سے الگ ہو کر نسبت ایک خالی کونے کی طرف چلی گئی۔

"تم یہاں کیوں بیٹھی ہو۔" حسام اس کے پیچھے آیا تھا۔

"مجھے رش سے گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔" فری نے بہانہ بنایا۔

"انتارش تو نہیں ہے۔" حسام نے حال پہ ایک نظر ڈالی۔ وہ خاموشی سے بیٹھی رہی۔

"فری تم کسی زمانے میں میری بہت اچھی دوست ہوا کرتی تھیں۔ مگر اب ایسا کیا ہوا ہے کہ تم مجھ سے بات کرنے کی بھی روادار نہیں ہو۔" حسام پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"پہلے ہم چھوٹے تھے اب بڑے ہو گئے ہیں جہاں تک دوستی کی بات ہے تو دشمن ہم اب بھی نہیں ہیں۔" وہ سرد مہری سے کہتی حسام کو کوئی اور ہی فریحہ لگ رہی تھی۔

"آج سے ایک سال پہلے تک تمہیں احساس نہیں تھا کہ ہم بڑے ہو رہے ہیں۔" وہ ناراضگی سے بولا۔

"احساس جب ہو جائے تب ہی اچھا ہوتا ہے۔" فری کے لہجے میں بلکل لچک نہیں تھی۔

"میں بس ایک بات جانتا ہوں کہ تم کسی پرابلم میں ہو اور وہ پرابلم کیا ہے وہ تم مجھ سے شئیر نہیں کر رہی۔" فری کو لگا اسکا دل پھٹ جائے گا۔

"میں ایک بات کہتا ہوں تم مجھ پہ آنکھیں بند کر کے یقین کر سکتی ہو میں کبھی تمہیں دھوکہ نہیں دوں گا۔" وہ اس کے قریب بیٹھا آہستگی سے بولا۔

"میں کسی پرابلم میں نہیں ہوں اور یہ بات میں تم سے ہزار بار کہہ چکی ہوں مجھے میرے حال پہ چھوڑ دو۔" فری ایک دم چلا کر بولی تھی۔

"اچھے دوست اللہ کی نعمت ہوتے ہیں۔" وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر کبھی بھی کوئی مسئلہ ہو تو یاد رکھنا تمہارا ایک دوست ہے جو کسی حال میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گا بس ایک آواز دے دینا۔" حسام شکست خردہ لہجے میں کہتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ فری کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات ہونے لگی تھی۔ وہ ٹیبل پہ سر ٹکا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

طوبیٰ ہانی کو اسٹیج پہ بٹھا کر خود کسی کام سے نیچے آئی تھی۔ جب چلتے ہوئے وہ حماد سے ٹکرا گئی تھی۔ اسنے اپنے دونوں ہاتھ اسکے سینے پہ رکھ کے اس زوردار تصادم کو ہونے سے روکا تھا۔ حماد نے بھی اسکی کلائی پکڑ کر خود اور اسے گرنے سے بچانے کی کوشش کی تھی۔

"سوری۔" طوبیٰ پیچھے ہٹتے ہوئے شرمندگی سے بولی۔

"ارے نہیں کوئی بات نہیں۔" حماد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں مجھے دیکھ کے چلنا چاہیے تھا اب خیال کروں گی۔" وہ سر جھکائے سی کہتی حماد کو اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی تھی۔

"کوئی بات نہیں ایسا ہو جاتا ہے کوئی بڑی بات نہیں۔" حماد سے اسکا شرمندہ ہونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"تھینک یو۔" وہ مسکرا کر کہتی آگے بڑھ گئی۔ حماد نے مسکراتے ہوئے وہیں دوبارہ ہاتھ رکھا تھا جہاں ابھی طوبیٰ نے اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ اسے وہاں کچھ لٹکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اسنے وہ ہاتھ میں پکڑ کر بغور دیکھا تھا۔ وہ بریسلٹ تھا اور یقیناً طوبیٰ کا تھا۔ حماد نے مسکراتے ہوئے اسے اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔

منگنی کی رسم شروع ہو گئی تھی۔ حسام کا موڈ کافی آف تھا۔ حماد کے البتہ دانت نکل رہے تھے۔ ظہیر اسے دیکھ دیکھ کر جل رہا تھا۔ شہریار ایک ایسا بندہ ہے جو اپنے جذبات کسی پہ عیاں نہیں ہونے دیتا بظاہر پرسکون نظر آنے والے شہریار کے دل میں بھی لڈو پھوٹ رہے تھے۔ ام ہانی بس سر جھکائے بیٹھی تھی۔

آؤ بسم اللہ کرو۔ منگنی کی رسم شروع کرتے ہیں۔" صفیہ بیگم نے اللہ کا نام لے کر انگھوٹھیوں والا تھال اٹھایا۔ اور اس میں سے ایک انگھوٹھی نکال کر شہریار کے ہاتھ میں تھمائی۔ جو اس نے مسکراتے ہوئے پکڑ لی۔ فوٹو گرافر اپنی پوری جانفشانی سے تصویریں بنانے میں مصروف تھا۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" شہریار نے ام ہانی کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

"بڑی جلدی خیال آگیا۔" وہ منہ بنا کر بولی۔ وہ ہنس دیا۔

"میں ایک شرط پہ انگوٹھی پہناؤں گا۔" شہریار نے انگھوٹھی اسکے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی رہی۔

"پوچھو گی نہیں کیا۔" وہ پھر سے گویا ہوا۔

"کیا۔؟" وہ آہستگی سے بولی۔

"تمہیں رنگ پہنائی جانے والی پک میں فیس بک پہ دوں گا اور تمہیں ٹیگ بھی کروں گا۔" وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے بولا۔

"یہ وقت بدلے لینے کا نہیں ہے۔" ہانی دانت پیستے ہوئے بولی۔

"بدلہ کب لے رہا ہوں اپنی خواہش کا اظہار کر رہا ہوں۔" وہ معصومیت سے بولا۔

اگر تم نے یہ سب کیا تو میں یہ منگنی نہیں کروں گی۔" وہ اٹل لہجے میں بولی۔

"کمال ہے تم ٹیگ کرو تو جائز میں خواہش بھی کروں تو دھمکی۔" وہ ناراضگی سے بولا۔

"یہ بدلے پھر کبھی کے لیے اٹھا رکھیں اس وقت آپ بہت نازک موڑ پہ کھڑے ہیں۔" وہ غصے سے بولی

"تم ابھی سے یہ سب کر رہی ہو شادی کے بعد کیا کرو گی۔ایک خواہش کا احترام نہیں کر سکتی تم میری۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔

"آپ کی فیانسی کو دیکھ کر لوگ بیڈ کمنٹ کریں آپ میری نمائش کرنا چاہتے ہیں۔" ہانی نے اسکی دھکتی رگ پہ ہاتھ رکھا۔

"تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو۔" شہریار دبے غصے سے بولا۔

"اگر نہیں تو چپ چاپ انگھوٹھی پہنائیں ورنہ منگنی کینسل بھی ہو سکتی ہے۔" ام ہانی اپنی مسکراہٹ روکتے ہوئے کہا۔شہریار نے ایک نظر اس پہ ڈال کر انگوٹھی پہنانے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ام ہانی نے بھی شرماتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کر دیا تھا۔

شہریار کے رنگ پہنانے پر سب نے تالیاں بجائی تھیں اور اس کے بعد ام ہانی نے دوسری رنگ شہریار کو پہنا دی تھی۔ہر طرف خوشیوں کا سماں تھا۔سب لوگ انگجمنٹ سرمنی سے فارغ ہو کر گھر واپس آ گئے تھے۔اگلی صبح شہریار والوں کو مظفر آباد واپس جانا تھا۔

"اللہ ہانی میرا بریسلٹ کھو گیا۔" طوبیٰ اپنی جیولری سنبھالتے ہوئے ایک دم چلائی تھی۔

"آرام سے دیکھو یہیں ہو گا مل جائے گا۔" ہانی اپنا میک ریمو کرتے ہوئے بولی۔

'ایسے کیسے مل جائے گا کہیں نہیں ہے میرا فیورٹ گولڈ کا بریسلیٹ تھا اب امی سے ڈانٹ پڑے گی۔" وہ بے حد فکر مند تھی۔

"ریلکس کرو آرام سے سوچو درود شریف پڑھو مل جائے گا۔" ہانی نے اسے تسلی دی۔

"یار ہال میں میرے ہاتھ میں تھا مجھے یاد ہے۔" وہ اپنی چیزیں الٹ پلٹ کرنے لگی۔

"یار میں بہت تھک گئی ہوں اور اس وقت میرا چائے کا موڈ ہو رہا ہے ایک کپ تم بھی پی لو تا کہ دماغ کام کرنے لگے۔" ہانی اپنا چہرہ صاف کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں چائے بنا کے لاتی ہوں طوبیٰ آپ باہر چیک کریں ہو سکتا ہے گھر کے اندر گرا ہو کہیں۔" فری ان دونوں کی کاروائی کو کب سے خاموش بیٹھی دیکھ رہی تھی۔ اب اچانک اپنی خدمات پیش کر دیں۔

"تھینکس فری مجھے تو یہیں لا دینا چائے اور باقی سب سے بھی پوچھ لینا۔" ام ہانی اس سے کہتی بیڈ پہ دراز ہو گئی۔ وہ سر ہلاتی باہر چلی گئی تھی۔ اور طوبیٰ بھی پریشانی میں اس کے پیچھے نکلی تھی۔

اور پھر طوبیٰ نے گھر کا ہر کونا چھان مارا تھا۔

مگر اسے نہیں ملنا تھا نہ ملا۔

"تم بہت مغرور ہو اور میں بہت بے وقوف۔" فری کچن میں چائے بنا رہی تھی جب حسام اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

"حسام تم جاؤ یہاں سے کوئی آ جائے گا۔" فری پیچھے مڑتے ہوئے بولی۔

"کوئی بھی آئے مجھے پرواہ نہیں۔" وہ اس وقت شدید غصے میں تھا۔

"تمہیں نہیں مگر مجھے ہے اس لیے تم جاؤ یہاں سے۔" فری بھی غصے سے بولی۔

"تم چائے لے کر ٹیرس پر آؤ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" وہ تحکمانہ لہجے میں بولا۔

"میں تمہاری ملازمہ نہیں ہوں اس لیے اپنی چائے خود لے جانا اور مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔" فری اپنی ضد پہ قائم تھی۔

"ٹھیک ہے مت آنا میں وہ بات پھر سب کے سامنے کروں گا پھر اگر تمہیں کوئی اعتراض ہوا تو مجھے مت کہنا۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ عجیب کشمکش کا شکار تھی جاتی تو مسئلہ نہ جاتی تو مسئلہ۔ اور پھر اس نے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"طوبیٰ آپی یہ چائے شہریار بھائی کے روم میں دے آئیں میں یہ حسام کو دینے جا رہی ہوں۔" فری گھبراہٹ کا شکار تھی۔

طوبیٰ کیا نوٹس لیتی وہ خود بہت پریشان تھی۔ وہ خاموشی سے اس کے ہاتھ سے ٹرے لے کر شہریار کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

دروازہ ظہیر نے کھولا تھا۔

"بھائی یہ چائے۔" وہ چائے کا ٹرے ان کے سامنے رکھ کر واپس پلٹ گئی تھی۔

"طوبیٰ کیا بات ہے تمہارا منہ کیوں اترا ہوا ہے۔" شہریار نے اسکی پریشانی کو فوراً نوٹس کیا تھا۔

"بھائی وہ میرا بریسلیٹ کھو گیا ہے مل ہی نہیں رہا سارا گھر چھان لیا لگتا ہے حال میں ہی گر گیا ہے۔" وہ روہانسے لہجے میں بولی۔

"کم آن طوبیٰ اتنی سی بات کے لیے پریشان ہو کوئی بات نہیں میں نیا لے دوں گا پریشان مت۔" شہریار نے اسے پچکارا وہ سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔ اور پھر جا کر بالکونی میں بیٹھ گئی۔

"چائے میں چینی کم ہے۔" حماد نے چائے کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو بلکل ٹھیک ہے۔" ظہیر نے حماد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا مجھے کم لگ رہی ہے میں اور ڈال کر آتا ہوں۔" وہ ظہیر کے کچھ بولنے سے پہلے ہی کمرے سے باہر تھا۔

"مجھے پتہ تھا تم آؤ گی۔" حسام فری کو دیکھ کر کھل اٹھا۔

"کیا بات ہے جلدی بولو مجھے جانا ہے۔" فری منہ بنائے سائیڈ پہ کھڑی ہو گئی۔

"میں بہت عرصے سے تم سے تمہاری پرابلم پوچھ رہا ہوں تم نہیں بتا رہی۔" حسام نے کہنا شروع کیا۔ فری کے چہرے کے عضا تن گئے تھے۔

"ٹھیک ہے مت بتاؤ میں فورس نہیں کروں گا۔ جب تک تمہیں نہ لگے کہ مجھے پتا ہونا چاہیے۔ میں تب تک انتظار کروں گا۔ مگر اب میں اور انتظار نہیں کر سکتا تم مجھے اپنی پرابلم مت بتاؤ پر آج میں تمہیں اپنی پرابلم بتاؤں گا۔" وہ چائے کا کپ سائیڈ پہ رکھتے ہوئے اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ فری حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں حسام عمر اٹھارہ سال اپنے پورے ہوش وحواس میں تم سے کہتا ہوں کہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں آج سے نہیں بچپن سے اور تمہارے بنا زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔" حسام اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ فری کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں

"کم عمری کی محبت بچپنا ہوتی ہے۔" فری اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

"کم عمری کی محبت ہی تو محبت ہوتی ہے۔" وہ بھی سنجدگی سے بولا۔

"کچی عمر کی محبت کا رنگ بھی کچا ہوتا ہے۔ چڑھتی جوانی کے ساتھ ہی یہ رنگ ماند پڑ جاتا ہے۔" فری اپنے بہتے آنسوں کو ہاتھ کی ہتھیلی سے رگڑنے لگی۔

"کچی عمر کے عشق کا رنگ ہی پکا ہوتا ہے۔" حسام آج اپنا مقدمہ ہارنا نہیں چاہتا تھا۔

"حسام یہ بے وقوفی ہے یا بچپنہ وقت گزرنے کے ساتھ یاد آئے گا تو ہنس دیا کرو گے کہ۔" وہ ایک دم خاموش ہوئی۔

"تم یہ فیصلہ کرنے والی کون ہوتی ہو کہ میری محبت محبت نہیں بچپنہ ہے دیکھ لو پرکھو مان لو تب فیصلہ کرنا کہ میرے عشق کا رنگ اتنا کچا تھا کہ تمہیں رنگ نہ سکا۔" وہ دم گرجدار آواز میں بولا تھا۔

"حسام مجھ سے دور رہو یہ ہی تمہارے لیے بہتر ہے میں تمہارے قابل نہیں ہوں نہ آج نہ کل نہ کبھی۔" وہ آنسوؤں سے بھیگی آواز میں بولی۔

"تم ہر چیز کا فیصلہ خود کیوں کر لیتی ہو کون کہتا ہے کہ تم میرے قابل نہیں ہو۔ لکھ لو فریحہ زمان میں تم ہی سے شادی کروں گا ورنہ کسی سے نہیں۔" وہ مستحکم لہجے میں بولا۔

"تم ہر وقت پرابلم پرابلم کا راگ الاپتے رہتے ہو ناں ایک بار وہ پرابلم تم جان لو۔ شادی تو دور کی بات ہے تم میری شکل دیکھنے کے روادار نہیں رہو گے۔" وہ عجیب جنونی انداز میں بول رہی تھی۔

"تم پرابلم بتاؤ تم نہ۔" حسام زچ ہوتے ہوئے بولا۔

وہ سر کو نفی میں ہلاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"پرابلم جو بھی ہو۔ حسام اپنی بات پہ ہمیشہ قائم رہے گا یاد رکھنا میں ثابت کروں گا میری محبت پانی کا بلبلہ نہیں ہے۔" وہ پیچھے سے بلند آواز میں چلایا تھا۔ وہ بھاگتے ہوئے سیڑھیاں پھلانگ گئی تھی۔

"آپ کی بریسلیٹ کا سن کر کافی صدمہ ہوا۔" طوبیٰ بالکونی کی ریلنگ پہ کہنی ٹکائے گم سم کھڑی تھی۔ جب وہ اس کے پاس آکر کھڑا ہوا۔ وہ چونک فوراً سیدھی ہوئی۔

"بس چیزیں اگر پیاری ہوں تو کھونے کا احساس بہت شدید ہوتا ہے۔ اگر تو وہ ہال میں گری ہے تو ملے گی نہیں اس لیے تھوڑا دکھ ہوا پر اب میں ٹھیک ہوں۔" وہ سیدھے ہوتے ہوئے مسکرائی۔

"اگر ہم اسے پیاری چیز کو کھو کر بھول جائیں اور پھر وہ اچانک کہیں سے مل جائے تو کیسا محسوس ہوتا ہے۔" حماد نے اس کے سامنے سوال رکھا۔

"لگتا ہے قارون کا خزانہ مل گیا۔" وہ اپنی بات کے اختتام پر خود ہی ہنس دی۔ حماد بھی مسکرا دیا۔

"کیا کرتیں ہیں آپ۔" حماد اس کے پاس کھڑا باتیں کرنے کے موڈ میں لگ رہا تھا۔

"بس کالج کالج سے گھر بس کام کر رہی ہوں۔" وہ اسے جواب دے کر سامنے دیکھنے لگی۔ رات کافی گہری ہو گئی تھی۔

"آپ باتیں بہت گہری کرتیں ہے۔" وہ اس کی تعریف کئے بنا نہیں رہ سکا۔

"کونسی گہری باتیں۔" طوبیٰ نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"بات کہہ جانے والے کو اکثر پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔" حماد اپنے ہاتھ پاکٹس میں ڈالے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آپ پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔" طوبیٰ کنفیوژ سی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں جب یہاں آپ کے پیچھے آیا تو میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ سوچا ہی نہیں۔ میں جلدی نہیں کرتا کسی کام میں بھی۔" حماد اسے دیکھتے ہوئے بولا رہا تھا۔ "مگر آپ کی بات نے مجھے ہلا کے رکھ دیا۔"

"کونسی بات۔" طوبٰی اب حیران کم پریشان زیادہ ہوگئی تھی۔

"آپ نے کہا کہ چیز اگر پیاری ہو تو کھونے کا غم تو ہوتا ہی ہے۔" حماد ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"ہاں کہا۔" وہ اب حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تو آپ بتائیں اگر وہ کوئی چیز نہیں انسان ہو اور وہ پیارا نہیں اس سے آپکو محبت ہو اور آپکی دیر کی وجہ سے وہ آپ اسے کھو دو کیسا لگے گا۔" حماد نے جواب پھر طوبٰی پہ چھوڑا۔

"جن سے محبت ہوتی ہے ان کے بغیر زندگی ادھوری ہوتی ہے۔" طوبٰی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میری زندگی کو پورا کر دو طوبٰی۔" حماد مخمور سے لہجے میں بولا۔

"کیا۔" طوبٰی اچھل پڑی۔

"محبت کرنے کے لیے صدیوں کی ضرورت نہیں ہوتی ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے اور جو دل کو چھو جائے اس محبت کے ادراک کے لیے ایک پل ہی کافی ہے۔ میں آپ سے محبت کرتا ہوں شادی کرنا چاہتا ہوں۔" وہ اب سر جھکائے اعتراف جرم کر رہا تھا۔ طوطی حیرت سے گم سم ٹکٹکی باندھے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ شاید یہ سوچ رہیں ہیں کہ میں شاید دنیا کا پہلا لڑکا ہوں جو پہلی ملاقات میں سیدھا پرپوز کر رہا ہوں۔" وہ خود ہی ہنس دیا۔ "مگر کیا کروں آپ وہ پہلی لڑکی ہیں جو میرے دل میں اتر گئی ہے۔ اب کسی اور کے لیے جگہ نہیں ہے اس دل میں اور میں اب دیر نہیں کروں گا اور بعد میں بیٹھ کر یہ نہیں سوچوں گا کہ کاش میں کہہ دیتا۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔" وہ اپنی بات مکمل کر کے جانے کے لیے پلٹا۔

"اور سوری آپ کی بریسلیٹ میری شیروانی کے ساتھ اٹک گئی تھی جسے میں نے سنبھال لیا تھا۔" وہ پاکٹ سے اسکی بریسلیٹ نکالتے ہوئے بولا۔ "اور میں شاید دنیا کا پہلا بندہ ہوں جو لڑکی کے بریسلیٹ کے ساتھ ہی اسے پرپوز کر رہا ہوں۔" طوبٰی تو جیسے پتھر کو مجسمہ بن گئی تھی جس میں جان ہی نہیں تھی۔ حماد نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھاما اور بریسلیٹ اس کے ہاتھ میں پہنا دی۔

"اگر یہ بریسلٹ کل صبح بھی آپ کے ہاتھ میں ہوئی تو میں سمجھ جاؤں گا کہ آپ راضی ہیں۔ اس گستاخی کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔ اب انگھوٹھی پہناؤں گا ان شاء اللہ۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ طوبٰی ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح لہرا کر کرسی پہ گری تھی۔ اسکا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فریحہ اور طوبٰی جب کمرے میں آئیں دونوں کچھ گھبرائی ہوئی اور پریشان لگ رہیں تھیں۔

"ارے تم لوگوں کے ہوش کیوں اڑے ہوئے ہیں۔" ام ہانی نے دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں بہت تھک گئی ہوں مجھے نیند آرہی ہے۔" فری فورا بہانہ کر کے اپنے بستر میں دبک گئی تھی۔

"طوبٰی یہ بریسلٹ کہاں سے ملا۔" ہانی کی نظر اس کے ہاتھ پر پڑی۔

"وہ باہر لاؤنج میں ہی گری تھی صوفے کے پاس۔" طوبٰی کافی بوکھلاہٹ کا شکار تھی۔

"اس میں اتنا گھبرانے کی کیا بات ہے کوئی چوری تھوڑی پکڑی ہے میں نے تمہاری چلو سو جاو کافی رات ہو گئی ہے۔" ام ہانی اسے کہتے ہوئے سونے لیٹ گئی۔ فری اور طوبٰی دونوں کی رات آنکھوں میں کٹی تھی۔

طوبٰی نے کئی بار سوچا کہ وہ انکار کر دے بریسلیٹ کو ہاتھ سے اتار دے مگر وہ چاہ کہ بھی یہ سب نہیں کر پائی۔

فری کی زندگی جن بھی مشکلات کا شکار تھی۔ وہ چاہے کتنا ہی دل کو سمجھالے مگر دل کب کسی کی سمجھتا ہے۔ کب کسی کی مانتا ہے وہ تو بس ایک بار کسی کو اپنا مان لے تو آخری دم تک اسے اپنائے رکھتا ہے۔ فری کو کب معلوم تھا کہ وہ بھی اپنے دل کے سامنے گھٹنے ٹیک دے گی۔ سچی محبت تو چٹان کو بھی ہلا دیتی ہے وہ تو پھر ایک معصوم لڑکی کا دل تھا جس میں اس شخص کے لیے بے انتہا محبت موجود تھی۔

کسی ایسے شخص کو انکار کرنا جس سے آپ بے پناہ محبت کرتے ہوں خود کو سولی سے لٹکانے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

اگلی صبح ہر کوئی اداس تھا سب واپس جا رہے تھے۔ حماد اور ظہیر کو الگ سے جانا تھا مگر سب لوگ ایک ساتھ نکلنے والے تھے۔ شہریار کو چاہ کر بھی ہانی سے ملاقت کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ حماد نے طوبٰی کے ہاتھ میں وہ بریسلیٹ دیکھ لیا تھا۔ وہ بہت خوش تھا اب بس طوبٰی کے زبانی اقرار کا ویٹ تھا اسے۔

ان سب کے جانے کے بعد فری بھی اپنا بیگ لے کر آگئی تھی۔

"ارے تم بھی جا رہی ہو آج کا دن رک جاؤ۔ سبھی چلے گئے تو گھر بلکل سونا ہو جائے گا۔" ہانی نے محبت سے اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"تین دن سے یہاں ہوں اب ہمیشہ کے لیے تو نہیں رہ سکتی نا۔" وہ عجیب اداسی کا شکار تھی۔

"اگر چاہو تو ہمیشہ کے لیے رہ سکتی ہو ہمارا دل بہت بڑا ہے چاہے آزما لو۔" حسام اسے کے پیچھے سے بر آمد ہوا۔ ہانی بس خاموشی سے دونوں کو دیکھے گئی۔ ان دونوں کی باتوں اور نظروں میں کچھ غیر معمولی ضرور تھا۔

"اچھا میں چلتی ہوں۔" فری کہتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھی۔

"حسام فری کو چھوڑ آؤ۔" ہانی حسام کو کہا۔

"نہیں آپی میں چلی جاؤں گی۔" فری نے فوراً انکار کیا۔ہانی بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ حسام واپس اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

فری کے کیس نے ہانی کو اور بھی الجھا کے رکھ دیا تھا۔

سب لوگ جا چکے تھے۔ وہ اب فری کے بارے میں کچھ سوچنا چاہتی تھی کہ ایسا کیا کرے کہ حقیقت سامنے آجائے۔ وہ شام کی چائے لے کر حسام کے کمرے میں گئی تھی۔ وہ سٹڈی ٹیبل پہ کہنی ٹکائے گم سم بیٹھا تھا۔ وہ تو کبھی پریشانی میں بھی پریشان ہونے والا بندہ نہیں تھا۔

"کن سوچوں میں گم ہو۔" ہانی نے ٹیبل پہ چائے رکھتے ہوئے کہا۔

"کہیں بھی نہیں۔" وہ فوراً سیدھا ہو بیٹھا۔

"میں تمہاری بڑی بہن ہوں دوست بھی عمر تم سے زیادہ ہے اور تجربہ بھی اس لیے جو بھی بات ہے بتاؤ۔" وہ اس کے بیڈ پہ نیم دراز ہوئی۔

"آپ لڑکی ہو ناں تو میرے سوال کا جواب دو۔" حسام کی ہانی طرف پشت تھی۔

"ہاں پوچھو انارکلی۔" وہ لیٹے لیٹے شاہانہ انداز میں بولی۔

"جب ہنسنے کھیلنے والی زندہ دل لڑکیاں اداسی کی چادر اوڑھ کر زندگی سے منہ پھیر لیتی ہیں۔ تو ان کی لائف میں ایسا کونسا بڑا حادثہ ہوتا ہے جو انکی ہستی کو تہہ وبالا کر دیتا ہے۔"

"کیا بات ہے حسام کھل کر بات کرو۔" ام ہانی کو حسام سے اس طرح کے سوال کی توقع نہیں تھی۔

'آپ بس جواب دو ورنہ میرا دماغ سوچ سوچ کے پھٹ جائے گا۔" وہ اپنا سر ہاتھوں میں گرائے شکست خردہ سے لہجے میں بولا۔

"ہر کسی کی افسردگی کی وجہ الگ ہوتی ہے میں کیسے بتا سکتی ہوں۔ مگر تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو کس لڑکی کی بات کر رہے ہو تم۔" ام ہانی سیدھی ہو بیٹھی۔

"آپ جواب نہیں دے سکتیں مت دیں کوئی لڑکی نہیں ہے۔" اسکے لہجے سے بےزاریت عیاں تھی۔

"تم فریحہ کی بات کر رہے ہو۔" کافی دیر کی خاموشی کے بعد ام ہانی نے کہا۔ حسام نے ایک دم پیچھے مڑ کر ہانی کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"حسام مجھے بھی تم سے فری کے بارے میں بات کرنی ہے۔" ام ہانی مدعے پہ آئی۔

"مجھے بھی فری کے بارے میں تمہیں کچھ بتانا تھا۔" حسام اٹھ کر ہانی کے سامنے جا بیٹھا۔

"ہاں کہو کیا بات ہے۔" ام ہانی نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"کچھ عرصے سے فری بلکل بدل گئی ہے۔ کسی سے بات نہیں کرتی کالج میں بھی خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھی رہتی ہے۔ بات کرو تو اتنا روڈلی ہیو کرتی ہے کہ انسان خود ہی شرمندہ ہو جاتا ہے۔" وہ پریشانی سے اسے بتا رہا تھا۔

"ہاں یہ سب تو میں نے بھی نوٹس کیا ہے۔ مگر تم اتنے پریشان کیوں ہو۔" ہانی نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"دوست ہے میری کچھ شئیر نہیں کرے گی تو پریشان ہونا فطری عمل ہے۔" وہ نظریں چراتے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔

اچھا ٹھیک ہے اب اس مسلئے کا حل تمہیں اور مجھے ہی نکالنا ہو گا۔" ہانی کچھ سوچتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئی۔

"وہ کیسے ؟" حسام نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تم کالج میں اس پر مکمل نظر رکھو گے ڈے بائے ڈے مجھے رپورٹ کرو گے۔ اور میں فری کو گھر پہ ملتی رہوں گی اور اسے اعتماد میں لے کر سب اگلوالوں گی تم فکر مت کرو۔" ام ہانی اپنی بات کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی حسام نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ام ہانی اور حسام نے مل کر فری کی ہر حرکت کو نوٹس کرنا شروع کر دیا تھا۔ حسام اسے روز رپورٹ کرتا اور وہ ہر روز اس کے گھر جاتی کبھی ملنے کبھی کوئی چیز پکا کر دینے کے بہانے۔ ہانی نے بہت جلد نوٹس کر لیا تھا کہ رمیز کی موجودگی میں وہ بہت غیر محفوظ محسوس کرتی ہے۔ وہ خود بھی بہت گھبراہٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔ ام ہانی نے اسے کبھی کسی بات کے لیے فورس نہیں کیا۔ مگر آج یہ محض ایک اتفاق تھا جب ام ہانی فری کے گھر گئی تھی۔ اور اس نے رمیز کو فری کو تنگ کرتے دیکھا تھا۔

وہ کچن میں کھڑی فری کا کبھی دوپٹہ پکڑتا، کبھی ہاتھ وہ ہاتھ چھڑاتی تو بالوں کی لٹ چھیڑنے لگتا وہ بے حد گھبراہٹ کا شکار تھی۔ وہ باہر جانا چاہتی تھی مگر وہ اسکا راستہ روکے کھڑی تھی۔

روشن آرا اور زمان صاحب عجیب بے حسی کی چادر اوڑھے باہر بیٹھے اپنی ہی باتوں میں مصروف تھے۔ وہ خاموشی سے واپس پلٹ گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ بات ہاتھ سے نکل جائے اسے کچھ کرنا تھا۔ وہ اپنا ارادہ باندھ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ اب جو کرنا تھا جلدی کرنا تھا۔

اور پھر اگلی صبح ایک عجیب خبر ام ہانی کی منتظر تھی۔ حسام نے کالج میں کسی لڑکے کی خواب پٹائی کی تھی۔ پرنسپل نے اسے وانگ دے کر چھوڑ دیا تھا۔ حسام کافی زخمی تھا۔ بات گھر تک نہیں آئی تھی۔ مگر جب حسام گھر آیا تو مما اور ام ہانی حول گئیں تھیں پاپا کسی کام سے کراچی گئے تھے۔

"تم کچھ کرنے سے پہلے سوچتے بھی ہو اگر زیادہ چوٹ لگ جاتی تمہیں تو میرا کون ہے تم لوگوں سوا۔" مما دوپٹے کا پلو منہ پہ رکھ کر رو دیں۔

"سوری مما نیکسٹ کیئر کروں گا۔" حسام نے انہیں تسلی دی۔ مما اسکی ٹھیک ٹھاک کلاس لے کر چلی گئیں تھیں۔

"کیوں مارا تم نے اس لڑکے کو۔" مما کے جاتے ہی ہانی اس کے سر ہوئی۔

"تم کیوں تفتیش کر رہی ہو۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔

"مجھے سیدھی طرح سے سب کچھ بتاؤ ورنہ پاپا کو فون کر کے ایک کی چار لگا کر اطلاع دوں گی۔ ہانی نے اسے دھمکی دی۔

"بہن ہو کہ دشمن۔" وہ منہ بناتے ہوئے سیدھا ہو بیٹھا۔

"بات بتاؤ۔" وہ بھی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"وہ اس لڑکے نے فری کا ہاتھ پکڑا اس سے بدتمیزی کی تو مجھے بھی غصہ آ گیا پھر ٹھیک سے دھلائی کی میں نے اسکی۔" وہ سر جھکائے بولا۔

"اسنے فری کا ہاتھ پکڑا تھا تم پرنسپل یا کسی ٹیچر کو بتاتے یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" ام ہانی غصے سے بولی۔

"فری کی طرف کوئی میلی نگاہ سے بھی دیکھے میں خون پی جاؤں اسکا اسنے تو پھر ہاتھ پکڑا تھا۔" حسام جذباتیت سے بولا۔ ام ہانی اس کے جوش اور غصے سے ٹھٹھک گئی تھی مگر بولی کچھ نہیں۔

"فری کا کیا ردعمل تھا۔" اسنے حسام کو جانچتی نظروں سے دیکھا۔

"وہ بہت عجیب حرکتیں کرتی ہے۔ اس سارے واقع کے بعد اسنے کالج کے واش روم میں خود کو کپڑوں سمیت بھگو لیا۔" وہ حیرت سے اپنی نگاہیں ہانی پہ جمائے بولا۔

"تم مجھے سچ سچ بتاؤ تم فری کے لیے کیوں لڑے۔" ام ہانی نے حسام کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پہ رکھا۔ وہ عجب کشمکش میں گھرا اسے دیکھتا رہا۔

"دیکھو مت سب سچ سچ بتاؤ۔" وہ اسی طرح اسکا ہاتھ تھامے بولی۔

"وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔" وہ ٹھنڈا سانس بھر کے بولا۔

"بس اچھی لگتی ہے۔" ہانی نے اسکا ہاتھ چھوڑا۔

"نہیں محبت کرتا ہوں شادی کروں گا۔" وہ سر جھکائے معصومیت سے بولا۔

"اپنی عمر دیکھو اپنی حرکتیں دیکھو۔" ہانی اسے ڈپٹ کر بولی۔

محبت میں عمروں کی قید نہیں ہوتی محبت میں بس عمر قید ہوتی ہے۔" حسام منہ لٹکائے بولا۔

"بہت بڑی بڑی باتیں کرنے لگے ہو۔" ہانی نے اسے ستائشی نظروں سے دیکھا۔

"جن کو یہ روگ لگ جاتا ہے ناں وہ اپنی عمر سے بہت بڑے ہو جاتے ہیں۔" اسنے کہتے ہوئے ام ہانی کو دیکھا۔

"ایسا کیوں کہہ رہے ہو تمہاری محبت یکطرفہ نہیں۔" ام ہانی نے اسے تسلی دی۔

"میری محبت یکطرفہ ہی ہے وہ تو مجھے دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔" وہ افسردگی سے بولا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے بھلا۔" ام ہانی نے حیرت سے کہا۔

"کوئی بات نہیں آپ کو بھی پتہ چل جائے گا کہ ایسا ہی ہوا ہے خیر۔ محبت کرنے والے صرف دینا جانتے ہیں۔ واپسی کی خواہش کئے بغیر اس لیے فری کو کبھی بھی کسی مدد کی ضرورت ہوئی میں حاضر ہو۔" وہ کہتے ہوئے بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔ ہانی اسے ایک نظر دیکھ کر وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

منگنی کو ایک مہینہ ہونے والا تھا۔ ہانی اپنی یونیورسٹی میں مصروف تھی اور شہریار اپنی دونوں کی بہت کم بات ہو پاتی تھی۔ جب بھی بات ہوتی وہ فری کی پرابلم لے کر بیٹھ جاتی۔

وہ اسے سمجھاتا کہ پرائے پھڈے میں ٹانگ مت آڑاؤ پر وہ بھلا کیسے منع ہو سکتی تھی۔ آخر آج اس نے فری سے سب کچھ اگلوانے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔ اس لے بریانی دینے کے بہانے وہ فری کے گھر گئی تھی اور اپنی کو نوٹس کی پرابلم بتا کر اسے ساتھ لے آئی تھی۔

"فری مجھے غلط مت سمجھنا آج کچھ بھی ہو تمہیں مجھ پہ یقین کرنا پڑے گا۔" آج چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ پوچھ کے رہے گئی۔" مجھے سب سچ سچ بتاؤ کہ کیا چل رہا ہے تمہاری لائف میں۔" اسنے فری کو اپنے کمرے میں بٹھا کر اپنی تفتیش شروع کر دی تھی۔

"دیکھو کچھ درد شئیر کرنے سے کم ہوتے ہیں۔ اور کچھ پرابلمز بتانے سے ہی حل ہوتیں ہیں۔" وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے پیار سے بول رہی تھی۔

"نہیں آپی کوئی پرابلم نہیں ہے۔" وہ نظریں جھکائے بولی۔

"فری میں نے اپنی آنکھوں سے رمیز کو تمہیں تنگ کرتے دیکھا ہے۔ مارتے دیکھا ہے اور تم اسے دیکھ کر گھبرا جاتی ہو کیوں۔" ہانی نے آج سب کہہ دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔

"مجھے بچا لو ہانی آپی مجھے بچا لو وہ مجھے مار دیگا۔" وہ ایک دم ہانی کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"کون مار دے گا تم مجھے بتاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" ہانی کا پلان کام کر گیا تھا وہ اسے سب بتانے والی تھی۔

"وہ رمیز وہ بہت برا ہے اسنے اور اسکی ماں نے میری زندگی برباد کر دی میرے کردار پہ کالک مل دی۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"فری کیا بول رہی ہو تفصیل سے بتاؤ اس رات وہ تمہیں کیوں مار رہا تھا۔" ہانی اسکا ہاتھ پکڑے اسے ہمت دے رہی تھی۔

"کیوں کے میں نے اسکی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔" وہ ایک دم جنونی انداز میں بولی

"کون سی بات۔" ہانی نے پھر سے سوال کیا۔ وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"رونا بند کرو فری سب بتاؤ ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا۔"

"اس غلیظ انسان نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ میرے خواب میری خواہشیں سب ختم کر دیں۔ وہ جب جب اپنی چھٹی پہ آتا ہے کسی جانور کی طرح میرے جسم کو روندھتا ہے۔ میں روتی ہوں چیختی ہوں میری آواز کوئی نہیں سنتا۔ کوئی نہیں ہے میرا کوئی بھی نہیں۔" وہ اپنے سر کے بال نوچنے لگی تھی۔ ام ہانی اس انکشاف پہ پتھر کی ہو گئی تھی۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ اس سے کوئی اور سوال کرتی۔

"آپ سب لوگ مجھ سے پوچھتے تھے نہ کہ کیا ہوا۔ تو اب سنو سب فریحہ زمان کی عزت اس کے اپنے ہی گھر میں محفوظ نہیں رہی۔ وہ اپنی عزت اس درندہ صفت انسان سے نہیں بچا سکی۔ پتہ ہے کب سے ہو رہا ہے یہ سب پتہ ہے۔" وہ ام ہسنی کو جھنجوڑ کر بولی۔ ام ہانی بس ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ایک سال سے ہو رہا ہے یہ سب۔" اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

"بتائیں ہے کوئی حل پرابلمز بتانے سے سلوشن ملتے ہیں۔" وہ ایک دم خود پہ ہنس دی۔

"اس طرح کی پرابلمز بتانے سے صرف نفرت ملتی ہے۔" وہ آج لگتا ہے سب کہہ دینا چاہتی تھی۔ "آپکو بھی مجھ سے نفرت محسوس ہو رہی ہے نہ سب کو ہو گی۔" وہ آنسوؤں سے بھری آنکھیں اس پہ ٹکائے بولتی جا رہی تھی۔ ام ہانی کو وہ رات یاد آئی تھی۔ اسکا پورا وجود سن ہو گیا تھا محض چند گھنٹے کی وہ قید مگر اپنی عزت کی سلامتی کے ساتھ واپس آنے کے بعد بھی اسے وہ رات نہیں بھولتی تھی۔ یہ معصوم لڑکی ایک سال سے وہ سب برداشت کر رہی تھی۔

"اپنے باپ کو کیا بتاؤں ان کے سامنے تو میں ہی بری بنوں گی ہو سکتا ہے گھر سے بھی نکال دیں۔" ام ہانے نے ایک دم فری کو اپنے سینے سے لگایا تھا اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ دونوں ایک دوسرے گلے لگی رو رہیں تھیں۔

حسام کو ہانی کے پلان کی بھنک لگ گئی تھی اس لیے وہ اپنا ٹوٹا پھوٹا جسم لے کر اس کے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا تھا۔ اور فری کی ساری سچائی نے اسکی ہستی کو بھی تہہ و بالا کر دیا تھا۔ وہ اپنا سر تھام کر وہیں زمین پہ بیٹھ گیا۔ اور پھر گھٹنوں پہ سر رکھ کر رونے لگا۔

یہ کیسا امتحان تھا اسکا یا محبت کا۔ اس رات وہ دونوں بہن بھائی نہیں سوئے تھے۔ فری اپنے گھر چلی گئی تھی بہر حال اسے جانا تھا۔ ام ہانی کی دانست میں حسام ابھی تک لاعلم تھا۔

اگلی صبح اٹھتے ہی ہانی کو ایک نیا سرپرائز ملا تھا۔

وہ رات بھر سو نہیں پائی تھی فجر کے بعد سوئی تو آنکھ کچھ دیر سے کھلی۔ وہ فریش ہو کر ناشتے کی غرض سے باہر آئی تو۔

"ارے آپ کب آئے۔" ٹی وی دیکھتے شہریار پہ نظر پڑتے ہی وہ خوشی سے بھرپور آواز میں بولی۔

"میں کافی دیر سے آیا ہوں اور آپ کے اٹھنے کا منتظر تھا۔" وہ ٹی کی آواز بند کرتے ہوئے اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"مجھے جگا لیا ہوتا۔" وہ مسکرا کر کہتی اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"بس سوچا کہ تم اپنی نیند پوری کر لو۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"رات کو ہماری بات ہوئی تھی آپ نے تو آنے کا ذکر نہیں کیا۔" وہ اسکے سامنے رکھے صوفے پہ براجمان ہوئی۔

"آج آنے کا اردہ نہیں تھا۔ مگر پھر سوچا چلی جاتا ہوں۔ وہ ریموٹ ایک سائیڈ پہ رکھتے ہو بولا۔

"اچانک ارداہ کیوں بنا۔" وہ مشکوک ہوئی۔

"ممانی جان نے کسی کام سے بلایا تھا۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔ وہ کسی اور ہی جہان میں تھی۔

"ام ہانی تم کچھ پریشان لگ رہی ہو سب ٹھیک ہے ناں۔" وہ اسکی چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں نے کہا تھا ناں کہ فری کا کیس اتنا سمپل نہیں ہے جتنا ہم سمجھ رہے ہیں۔" وہ ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے سیدھی ہوئی۔

"کیوں کیا ہوا سب خیر ہے ناں۔" شہریار نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" شہریار ام ہانی نے اسے پورا ماجرہ کہہ سنایا۔ شہریار کو ہانی کی بات نے شاک کر دیا تھا۔ وہ بس حیرت سے یہ سب سن رہا تھا شومئ قسمت یہ سارا ماجرہ کچن سے چائے لاتی ممانے بھی سنا تھا۔

"ہائے میری بچی اللہ کیڑے پڑیں اس مردود کو۔" وہ ٹرے میز پہ رکھ کر صوفے پہ ڈھے گئیں۔

"ممانی جان آپ حوصلہ رکھیں پریشان مت ہوں ۔" شہریار فوراً ان کی طرف لپکا۔

"ہائے بچیوں کی عزت اپنے گھر میں ہی محفوظ نہیں ہے۔ ہائے بے چاری رُقیہ کی بیٹی کی زندگی برباد ہو گئی۔" وہ دہائی دینے لگیں۔

"آپ فکر مت کریں مما میں بہت جلد اسے وہاں سے نکال لوں گی۔" ام ہانی بھی انہیں تسلی دینے لگی۔ فری کا بچپن انہی کے گھر میں تو گزرا تھا

"اب کیا فائدہ ہانی اب کیا بچا ہے۔" وہ روتے ہوئے بولیں۔

"اب بھی بہت کچھ باقی ہے ابھی وہ محض اٹھارہ کی ہے پوری زندگی پڑی ہے اسکے آگے۔" ہانی نے ایک دم جوش سے کہا

کس حق سے نکالو گی اسے تم وہاں سے قانون ثبوت مانگتا ہے۔ انسانیت کے رشتے سے اور ثبوت تو میں ڈھونڈھ لوں گی اسکی فکر آپ مت کریں۔" ام ہانی وہاں سے اٹھ کر حسام کے کمرے کی طرف چل دی۔ شہریار نے کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔

ام ہانی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ حسام کو کچھ بتاتی وہ اسکے جذبوں کی سچائی سے واقف تھی۔ وہ خاموشی سے وہاں سے پلٹ آئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

پورا دن یہ ہی سوچتے گزرا تھا کہ اب کیا کرنا ہے اور کیسے یہ سب اتنا آسان نہیں تھا۔ اس لیے اس نے شہریار اور حسام سے ڈائریکٹ بات کرنے کا سوچا تھا۔

"میں تم دونوں سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتی ہوں ۔" شہریار حسام کے کمرے میں بیٹھا تھا جب ام ہانی ان کے سر پہ پہنچ کے بولی۔

"ہاں کہو کیا بات ہے ۔" شہریار نے اسے دیکھتے ہوئے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"سب سے پہلے مجھے یہ افسوس ناک خبر حسام کو سنانی ہے۔" وہ سر جھکائے اٹک اٹک کر بولی۔

"میں سب جانتا ہوں میں نے تم دونوں کی باتیں سن لیں تھیں۔" ام ہانی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی حسام بول اٹھا۔

"تم نے سب سن لیا حسام۔ یانی نے حیرت سے اسے دیکھا۔" حسام نے سر اثبات میں ہلایا

کیا تم اب بھی اپنی بات پر قائم ہو۔" ہانی نے اسے کھوجنا چاہا۔

"میری محبت اتنی کمزور نہیں جو یہ معمولی سی بات مجھے توڑ دے گی۔ مجھے تو اپنے ساتھ فری کو بھی سمیٹنا ہے۔" وہ اٹل لہجے میں بولا۔

"واہ حسام تم تو بہت سمجھدار نکلے۔" ہانی داد دیئے بنا نہ رہ سکی۔

"کوئی مجھے بتائے گا کہ مجھے سسپنس میں کیوں رکھا جا رہا ہے۔ اور یہ محبت کا کیا چکر ہے۔" شہریار نے باری باری دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"حسام فری سے محبت کرتا ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔" ہانی حسام کو دیکھتے ہوئے اسکی محبت کی روداد سنانے لگی۔

"یہ کب سے چل رہا ہے ۔" شہریار نے حیرت سے کہا۔

"مجھے تو خود اب پتہ چلا ہے۔" ام ہانی نے کندھے اچکائے۔

اب محبت کے کچھ لگتے زمین سے تو نکل آؤ پہلے۔" شہریار حققت یہ سن خاشاک ہو گیا ہے۔

"آپ لوگ میری عمر پر مت جائیں میں اپنی محبت ثابت کر کے دیکھاؤں گا۔" حسام کا لہجہ مضبوط تھا۔

"تو سمجھ لو میرے بھائی تمہاری محبت کی آزمائش کا وقت آن پہنچا ہے۔" ہانی نے اپنا پلان انہیں بتانا شروع کیا۔

"اب بتاؤ کیا کہتے ہو تم لوگ۔" ہانی اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہوئی۔

"بے حد فضول پلان ہے۔" شہریار نے پلان فورا ریجکٹ کیا۔

"تمہارے پاس کوئی اچھا پلان ہے تو وہ بتا دو۔" وہ ایک دم غصے سے بولی

"مجھے منظور ہے۔" حسام نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"واہ میرے بھائی دل خوش کر دیا۔" ہانی نے شہریار کو منہ چڑایا۔

"تم دونوں بہن بھائی بے حد بے وقوف اور جذباتی ہو۔ ممانی سے بھی کوئی پوچھے گا کہ نہیں۔" شہریار نے دونوں کی عزت میں اضافہ کیا۔

"مما سے میں بات کر لوں گی۔" ہانی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ اتنی آسانی سے نہیں مانیں گئیں اور ہم قانون کا سہارا بھی لے سکتے ہیں۔" شہریار پریشانی سے بولا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہانی کا پلان سب کچھ ہلا کے رکھ دینے والا تھا۔

"قانون کچھ نہیں کر سکتا اسکی بڑی پہنچ ہے پولیس تک اور ہمارے پاس یہ ہی آپشن ہے۔' ہانی اس سے کہتی باہر چلی گئی۔ "بات تو سنو ہانی۔" وہ اس کے پیچھے لپکا۔

"میں کہہ رہا ہوں ام ہانی یہ صرف خطرہ ہے تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے روب سے بولا۔

خطروں سے میں نہیں ڈرتی ان ان سے کھیلنا میری پرانی عادت ہے۔ یہ سب میں ہینڈل کر لوں گی تم پریشان مت ہو۔" وہ لاپرواہی سے بولی۔

"یہ شیر کی کچھار میں ہاتھ دینے کے برابر ہے۔ یہ سب تمہیں جتنا آسان۔ لگ رہا ہے نہ اتنا ہے نہیں دونوں بچے ہیں ابھی اتنا بڑا فیصلہ دونوں کی زندگی برباد کر سکتا ہے۔" وہ اسے سمجھانے کی کوشش میں ہلکان ہوا جا رہا تھا۔

"تو میں اتنی سے بات سے ڈر جاؤں یہ کسی کی زندگی کا سوال ہے۔"

"اور پہلے کونسا بڑی آباد ہو رہی ہے ان کی زندگی۔" وہ پہلے کب اسکی سنتی تھی جواب سن لیتی۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے۔ لگتا ہے تم سنی والا قصہ بھول گئی ہو یہ تمہارے لیے کافی نقصان دہ ہو سکتا ہے وہ بندہ ٹھیک نہیں ہے جس سے تم پنگا لینے جا رہی ہو۔" شہریار کے لہجے میں اب کے غصہ در آیا تھا۔

"اس واقع نے مجھے بہت مضبوط کر دیا ہے میں ڈر گئی تھی۔ وقتی طور پر مجھے بچانے کے لیے تم سب موجود تھے اسے بچانے کے لیے کون ہے اور سچ کہوں تو اسی ایک واقع نے مجھے فری کی تکلیف سمجھائی ہے۔" وہ افسردگی سے بولی۔

میں پھر بھی کہوں گا یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔ یاد رکھو مگر تمہیں ہر کام میں لازمی ٹانگ اڑانی ہوتی ہے۔" شہریار اسے روکنے کے لیے بضد تھا۔

یہ ہم سب کا مسئلہ ہے مگر ہماری قوم کا المیہ ہے کہ ہم اپنے فرض سے بھی بڑی آسانی سے نظریں چرا لیتے ہیں کہ یہ کوئی اور کر لے گا ہم کیوں انٹرفیر کریں۔ کم آن شہریار مجھے تم سے اس بزدلی کی امید ہرگز نہیں تھی تم جیسے لوگوں کو مثال بننا چاہیے مگر تم۔۔۔۔۔

جب میں مشکل میں تھی تم نے پورا مظفر آباد ہلا ڈالا تھا۔ وہ بہت مشکل تھا یہ اتنا مشکل نہیں ہے اور میں یہ تمہیں کر کے دیکھاؤں گی۔ مجھے اپنے فرض سے منہ نہیں پھیرنا اگر میرا ساتھ دینا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میرے کام میں انٹرفیئر مت کرو میں اپنی ذمے داری نبھانا جانتی ہوں۔" وہ کہہ کر رکی نہیں تھی وہاں سے چلی گئی تھی۔ شہریار اسے جذبے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"مما مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" وہ شہریار کو کھری کھری سنا کر مما کے سر پہ پہنچ گئی تھی۔

"ہاں بولو۔" وہ ٹی وی کا والیوم کم کرتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"فری کو وہاں سے نکالنے کا ایک ہی حل ہے اور اس میں آپکو میرا ساتھ دینا ہو گا۔" وہ ان کے سر پہ کھڑی ان سے دوٹوک بات کرنے آئی تھی۔

"ہاں کہو جو میں کر سکی ضرور کروں گی۔" انہوں نے اپنی خدمات پیش کئیں۔

"فری کو اس کے گھر سے نکالنے کے لیے ہمیں کوئی سولڈ ریزن چاہیے رمیز کے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس لیے اس سے پہلا کام ہمیں اسے وہاں سے نکالنا ہو گا اور پھر رمیز کے خلاف قانونی کروائی ہو گی۔" وہ ان کے سامنے بیٹھی انہیں تفصیل سمجھا رہی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے آگے بولو۔" وہ بے چینی سے بولیں۔

"بس آپ کو کچھ دیر کے لیے اپنے دل پہ پتھر رکھنا پڑے گا۔" وہ کچھ جھجکتے ہوئے بولی۔

"کیا بول رہی ہو ہانی میرا دل ہول رہا ہے۔" وہ پریشانی سے گویا ہوئیں۔

میں نے سوچا ہے کہ حسام اور فری کا نکاح کر دیں تو اسے وہاں سے نکالا جا سکتا ہے۔" ہانی نے ایک ہی سانس میں اپنی بات مکمل کی۔

"کیا؟" وہ اچھل ہی پڑیں۔ "تمہارا دماغ ٹھیک ہے وہی رہ گئی ہے میرے حسام کے لیے عمر ہی کیا ہے ابھی دونوں کی۔" مما کا غصہ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔

"کم آن مما یہ ایک پیپر میرج ہو گی اتنے بھی ننھے بچے نہیں ہیں دونوں بالغ ہیں کورٹ اس نکاح کو قبول کرے گا اس لیے آپ کا ساتھ چاہیے بس۔" وہ انہیں قائل کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"نکاح نکاح ہوتا ہے کوئی پیپر میرج نہیں ہوتی سمجھی۔ تم مجھے نہیں پتہ جو بھی کرو مگر میں اپنے بیٹے کی شادی اس سے نہیں کروں گی۔ وہ شدید غصے کا شکار تھیں۔

"اگر اسکی جگہ آپکی بیٹی ہوتی تب۔" ہانی نے انہیں ایموشنل کرنا چاہا۔

"وہاں میری بیٹی نہیں ہے۔" وہ اسی انداز میں بولیں۔

"ٹھیک ہے اگر حسام اس سے نکاح نہیں کرے گا تو پھر شہریار کرے گا۔" ام ہانی نے کمرے میں داخل ہوتے شہریار کو دیکھا۔

"تم پاگل ہو گئی ہو ہانی۔" شہریار نے اس جذباتی لڑکی کو حیرت سے دیکھا۔

"آج تمہاری محبت کا امتحان ہے یا تو حسام شادی کرے گا فری سے یا تم اور اگر انکار کیا تو مجھ سے شادی کرنے کی خواہش کو دل سے نکال دینا۔" وہ اپنا فیصلہ سنا کر چلی گئی تھی۔

"مما ہانی کے فیصلے میں میں بھی شامل ہوں۔" حسام کی آواز پر ان دونوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

مما میں فری سے محبت کرتا ہوں۔ اسے اپنانا چاہتا ہوں آج اگر آپ نے میرا اور ہانی کا ساتھ نہ دیا تو کل اللہ کو کیا منہ دکھائیں گی کہ صرف لوگوں کے ڈر سے ایک بے سہارا لڑکی کا سہارا بننے سے انکار کر دیا۔" وہ چلتے ہوئے ان کے سامنے آ کر رک گیا۔

"ابھی آپ نے کہا کہ وہ آپکی بیٹی نہیں ہے آپ اتنی پتھر دل کب سے ہو گئیں۔ ہم کیوں صرف اپنی بیٹی کو ہی اپنی بیٹی سمجھتے ہیں اپنی عزت کو ہی پیارا جانتے ہیں کیوں۔" وہ ان کے سامنے سوال لیے کھڑا تھا۔ اور وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"مما میں جانتا ہوں آپ ضدی ہیں اور ہانی آپ پہ گئی ہے۔ اگر آپ نے میرا اور فری کا نکاح نہ ہونے دیا میرا دل تو ٹوٹے گا مگر آپکی بیٹی کا گھر ضرور اجڑ جائے گا کیونکہ شہریار بھائی اسکی کوئی بات ٹال نہیں سکتے وہ اپنی محبت کی آزمائش پہ پورا اتریں گے۔" وہ بھی اپنی کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

دیکھ لو میری اولاد مجھے کتنا کٹھور اور برا سمجھتی ہے۔ میں پوچھتی ہوں ایسی بات پہلی بار سن کے دھچکا تو لگتا ہی ہے اب بندہ سامنے والے کو سنبھلنے کا موقع تو دے دونوں اپنی کہہ کر چلتے بنے ماں ہی بری ہے۔" وہ شہریار کے کندھے پہ سر رکھ کے رو دیں۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔" رات کو ڈنر پہ مما نے اچانک خاموشی کو توڑا۔

"میری ایک شرط ہے۔" سب لوگ انہی کی طرف متوجہ تھے۔ "میں اتنی بری نہیں ہوں جتنا تم مجھے سمجھتے ہو" وہ ہانی اور حسام کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھ رہیں تھیں۔

"ماں ہوں تمہاری دوسروں کی مدد کروں یہ میں نے ہی سکھایا ہے تمہیں۔" وہ دونوں شرمندگی سے سر جھکا گئے۔

"نکاح گھر پر ہو گا اور یہ نکاح کوئی پیپر میرج نہیں ہو گی اصلی والا نکاح ہو گا اور کوئی بعد میں کسی کو نہیں چھوڑے گا۔ مجھے روز روز کا تماشہ نہیں چاہیے۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں ۔ حسام کی باچھیں کھل گئیں تھیں۔ اور ام ہانی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

"اور شہریار صبح یاد سے وہ کام کر دینا جس کے لیے تمہیں بلایا ہے تمہارے ماموں ایک دو دن میں آ جائیں گے۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئیں۔

شہریار کا موڈ کچھ آف تھا مگر دونوں نے اپنی خوشی میں یہ بات نوٹس ہی نہیں کی۔

"شہریار چائے۔" کھانے کے بعد وہ شہریار کو اس کے کمرے میں چائے دینے گئی تھی وہ لیپ ٹاپ پہ کسی کام میں مصروف تھا۔

"ہاں رکھ دو۔" وہ بنا اسکی طرف متوجہ ہوئے اپنے کام میں کھویا رہا۔

"کیا بات ہے بڑے اکھڑے اکھڑے سے نظر آ رہے ہیں سرکار۔" وہ اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے ایک ادا سے بولی۔

"میں کام کر رہا ہوں پلیز مجھے ڈسٹرب مت کرو جاؤ یہاں سے۔" وہ اکھڑے لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہے شہریار کیوں ناراض ہو۔" وہ حقیقی معنوں میں پریشان ہوئی تھی۔

"میں بالکل ناراض نہیں ہوں میں کون ہوتا ہوں تم سے ناراض ہونے والا ہوں کون میں حق کیا ہے مجھے تم پر۔" وہ ایک دم شدید غصے میں چلایا۔ ہانی ایک دم سہم سی گئی۔

"شہریار کیوں چلا رہے ہو کیا کیا ہے میں نے کچھ بتاؤ گے۔" وہ خود کو نارمل کرتے ہوئے بولی۔

"تم کچھ بولنے سے پہلے سوچتی ہو کبھی کسی کی فیلنگس کے بارے میں سوچا ہے بس تمہیں جو کرنا ہوتا ہے کر گزرتی ہو۔" وہ ہنوز غصے میں تھا۔

"دیکھو شہریار میں صاف دل کی سادہ سی لڑکی ہوں دل بات دل میں نہیں رکھتی مگر مجھے نہیں یاد آ رہا کہ میں نے ریسنٹ ایسا کیا کیا ہے جس کا تم نے اتنا ایشو کریٹ کر لیا ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے دکھ سے بولی۔

"تمہیں مجھ پر میری محبت پر یقین نہیں ہے۔ تمہیں مجھ سے محبت کا ثبوت چاہیے اور وہ بھی اپنا من پسند اگر انکار کروں تو کوئی رشتہ بھی تمہارے لیے اہمیت نہیں رکھتا تم اسے پل میں توڑ دو گی۔" شہریار کے لہجے میں ٹوٹے کانچ جیسی چبھن تھی۔

"یا اللہ شہریار تم ۔" وہ اپنا سر پیٹ کر رہ گئی۔

"اگر میرے نزدیک اس رشتے کی اہمیت نہ ہوتی تو میں یہ انگوٹھی ہمہ وقت پہن کہ نہ رکھتی۔" ہانی نے اپنا ہاتھ اسے کے سامنے لہرایا۔

"اور رہی بات محبت کی تو اسے پرکھنے کی ضرورت نہیں وہ میں نے اس رات دیکھ لی تھی۔ اور جس بات کا تم غصہ کر رہے ہو وہ محض میں نے مما کو بلیک میل کرنے کے لیے کہی تھی۔" وہ اس کے سامنے کھڑی سچائی سے پردے ہٹا رہی تھی۔

"اگر کل کو پھر تم نے ایسی کوئی فرمائش کر دی بتا دوں جان دے دوں گا کسی اور سے شادی نہیں کروں گا۔" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے خفگی سے بولا۔

میں بھی بتا دوں جان لے لوں گی کسی اور کو تمہاری دلہن نہیں بننے دوں گی۔" وہ اسے منہ چڑا کر بولی۔

"ہانی اسی شرط اب کبھی مذاق میں بھی نہ رکھنا اگر ممانی نہ مانتی تو ۔" وہ جھرجھری لے کر بولا۔

تو کیا میں وہی کرتی جو کہا تھا اب زبان سے تھوڑی پھر سکتی تھی۔" وہ سر جھکائے بولی۔

'اور اگر میں نہ مانتا تو ۔" وہ اس پہ نظریں جمائے بولا۔

"ہو ہی نہیں سکتا کہ شہریار مشتاق ام ہانی کی کسی بات سے انکار کرے۔" وہ مان بھرے لہجے میں بولی۔

"اتنا مان ہے مجھ پر ۔" وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اتنی محبت ہے تم سے۔" وہ ہنس کر کہتی وہاں سے چلی گئی۔

"پاگل کہیں کی کچھ بھی کرتی ہے۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح ہانی فری کے سارے ضروری ڈاکومنٹس اور شناختی کارڈ اپنے گھر پر لے آئی تھی۔ شام کو نکاح کا ارینجمنٹ کیا گیا تھا ۔ شہریار نے حماد اور ظہیر کے ساتھ مشتاق صاحب اور صفیہ بیگم کو بھی بلا لیا تھا مگر کسی کو کچھ بتایا نہیں۔ رمیز اور فری کے درمیان کی بات کو بس ان چاروں نے اپنے تک رکھا تھا اور فری اور حسام کی محبت اور روشن آرا کے ظلم کو بیس بنایا تھا۔ سر شام ہی ہانی فری کو اپنے گھر لے آئی تھی۔ فری کافی گھبراہٹ کا شکار تھی ہانی نے اس پلان کو سب سے پہلے فری سے ہی ڈسکس کیا تھا۔ اسے اپنے ساتھ اور حسام کی محبت کا یقین دلایا تھا، وہ مان گئی تھی۔

آج رمیز اپنی ڈیوٹی سے واپس آنے والا تھا۔ فری کو ڈر تھا کہیں اسے وقت سے پہلے پتہ نہ چل جائے۔ ہر طرف سے سو سو سوال اٹھتے تھے۔ مگر فی الحال کوئی ان سوالات کے جواب دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ ہانی حماد اور ظہیر کی فیملی کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی وہ لوگ شہریار کی منگنی پر نہیں آسکے کیوں کہ عید تھی اور عید تو سب گھر پہ ہی کرتے ہیں۔

حسام اور فریحہ کا نکاح باخیر و آفیت انجام پا گیا تھا۔ شہریار نے اور ہانی نے حماد کے ساتھ مل کر پلان ٹو پہ کام شروع کر دیا تھا آج آر یا پار کچھ تو ہونے والا تھا۔

ہانی فری کو نکاح کے بعد اسکے گھر چھوڑ آئی تھی۔ پاپا فون پر رابطے میں تھے ۔ اور کل شام کو واپس آ رہے تھے۔ حماد نے یہاں کے انسپکٹر سے بات کر لی تھی بس اب مجرم کو رنگے ہاتھوں پکڑنا تھا۔ ہانی اب بے صبری سے فری کی کال کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ اس کال کے بعد ہی وہ لوگ کچھ کر پاتے۔

"آپی میں نے مین ڈور ان لاک کر دیا ہے اور اپنے کمرے کا لوک بھی جان بوجھ کر توڑ دیا ہے اب آپ لوگوں کا انتظار کریں۔ وہ ایک بجے کے بعد یہاں آئے گا۔" بارہ بجے سب لوگ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

"ارے بہن اتنی خاموشی سے لڑکی کے گھر والوں سے چوری نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" حماد کی امی کی طرف آنے والے اس سوال پہ مما اور ہانی دونوں ہی گھبرا گئے تھے۔ "بس بن ماں کی بچی ہے باپ خیال نہیں رکھتا سوتیلی ماں بھی ظلم کرتی ہے میری اور رُقیہ کی ان کے بچپن میں بات ہوئی تھی کہ ہم اپنے بچوں کی شادی کریں گے مگر اللہ جنت نصیب کرے وہ تو نہیں رہی مگر میں نے سوچا اسکی خواہش کو پورا کر دوں۔" انہوں نے بات کو سنبھال لیا تھا۔ ہانی نے سکھ کا سانس لیا۔

فری کا میسج پڑھ کے وہ فوراً شہریار لوگوں کے پاس گئی تھی۔ وہ سب لوگ اپنی ہی باتوں میں گم تھے۔

"فیلنگ جیلس ود حسام۔" ظہیر نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"کم آن ظہیر اس لڑکی کی مجبوری تھی ورنہ اسکا باپ اسکی شادی کہیں اور کر دیتا۔" شہریار نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کاش میرے گھر والے بھی میرا ایسے ہی ساتھ دیں۔" ظہیر نے آہ بھری۔ سب کا قہقہہ پڑا تھا۔ حماد کی نظریں تو بس طوبٰی کے چہرے کا طواف کر رہیں تھیں جو ایک کونے میں بیٹھی موبائل پہ مصروف دیکھائی دے رہی تھی۔

"کوئی میری بھی سن لو۔" ہانی کب سے ان کے سر پہ کھڑی تھی جب کسی نے اسکی موجودگی کو نوٹس نہیں کیا تو بول اٹھی۔

"ہم آپ کی ہی سنتے ہیں ہماری کون سنتا ہے۔" شہریار نے آہ بھری۔

"مذاق کا وقت نہیں ہے شہریار فری کا میسج آ گیا ہے۔" وہ ان کے قریب بیٹھتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

"آپ سب لوگ میری بات دھیان سے سنو۔" حسام اور ظہیر بھی اسکی طرف متوجہ تھے۔

"اس بات کو راز رکھا جائے گا فری کے گھر جو بھی ہو گا وہ وہیں دفن ہو جائے گا اس گھر تک نہیں آئے گا۔" وہ انہیں پورا پلان سمجھانے لگی۔

سب لوگ سر ہلا رہے تھے طوبٰی کا خون کھول رہا تھا اسے پلان میں تو کیا شامل کرنا کسی نے کچھ بتانا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا جب سے وہ آئی تھی ام ہانی کہیں اور ہی مصروف تھی۔ اس لیے وہ منہ پھلائے ایک کونے میں بیٹھ گئی۔

"حماد بھائی پلیز یہ راز راز رہنا چاہیے۔" نا جانے کیوں ہانی بار بار سب کو تلقین کر رہی تھی۔

"کم آن ہانی آپ کی عزت میری بھی عزت ہے یہ کہہ کر مجھے پرایا ہونے کا احساس تو مت دلائیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ پرائے نہیں ہیں آپ نے ہمیشہ ہمارے لیے وہ کیا ہے جو شاید کوئی اپنا بھی نہیں کرتا۔" وہ تہہ دل سے حماد کی مشکور تھی۔

"اوکے ٹائم کم ہے آپ سب لوگ اپنی پوزیشن میں آؤ میں اپنے کام سے جا رہی ہوں۔" وہ سب کو کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور سب باری باری کسی کی نظروں میں آئے بغیر اپنے کام سے نکل گئے۔ اس خفیہ مشن نے طوبٰی کا خون جلا کے رکھ دیا تھا۔ وہ شدید غصے کے عالم میں کمرے میں چلی گئی تھی۔ اور پھر ہر شخص نے مکمل تن دہی سے اپنا فرض نبھایا تھا۔

تقریباً ایک بجے ہانی اپنا کیمرہ لے کر فری کے گھر پہنچ گئی تھی۔ فری نے کال آن کر کے موبائل سائیڈ پہ ڈال دیا تھا ام ہانی ان دونوں کی آواز سن سکتی تھی اور یہ کال ریکارڈ ہو رہی تھی۔

ام ہانی فری کی بتائی ہوئی جگہ پہ کیمرہ چھپا دیا تھا۔ اور خود سائیڈ پہ ہو گئی کیونکہ وہ یہ سب نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اب سے ٹھیک پندرہ منٹ بعد پولیس ریڈ ہونے والی تھی اور حماد ان کے ساتھ آنے والا تھا۔

"تم کیا کر رہے ہو میرے کمرے میں۔" فری بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ اور ہانی سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ شہریار ام ہانی کے ساتھ کال پر تھا وہ بھی یہ سب سن رہا تھا۔ حسام اور ظہیر کو پولیس ریڈ کے کچھ دیر بعد نکاح نامہ لے کر آنا تھا۔ البتہ شہریار باہر رہنے والا تھا کہ اگر کوئی مسئلہ ہو تو وہ سنبھال سکے کیوں کے ہانی کو وہ کیمرہ لے کر پیچھے سے نکلنا تھا اور شہریار اسی کے لیے پیچھے رہنے والا تھا۔ انہیں رمیز کو سزا دلوانے کے لیے ثبوت چاہیے تھا۔

"وہی جو میں ہر بار کرتا ہوں۔" وہ خباثت سے ہنسا۔

"شہریار مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا حماد کہاں رہ گیا ہے۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"کول ڈاون وہ آتا ہی ہو گا کچھ نہیں ہو گا۔" شہریار نے اسے تسلی دی۔ ہانی فری کے کمرے کی بالکونی میں چھپی بیٹھی تھی۔

"دیکھو یہ سب تمہیں بہت مہنگا پڑنے والا ہے تم جو کچھ کر چکے ہو نہ میرے ساتھ اس سب کا تمہیں حساب دینا پڑے گا۔" فری ایک دم چلائی۔

"اچھا اتنی ہمت آ گئی ہے تم میں کہ اب تم میرے سامنے بولنے لگی ہو۔" وہ گھورتے ہوئے بولا۔

"مجھ میں بہت ہمت ہے آج میں اس قابل ہوں کہ تمہارا مقابلہ کر سکتی ہوں خود کو بچا سکتی ہوں۔" فری کا لہجہ مضبوط تھا

"یہ زبان کہاں سے آئی تمہارے منہ میں۔" اسنے اپنے ہاتھ سے فری کا منہ پکڑا۔

"زبان تھی مگر میں نے اپنی بزدلی کے ہاتھوں اپنا سب کچھ گنوا دیا کاش پہلے دن ہی ہمت کی ہوتی تو یہ سب نہ ہوتا۔" وہ تکلیف کی شدت کو پس پشت ڈالے چلائی۔

"تمہاری اتنی جرات بھول گئی ہو کہ اس سب سے تمہارے باپ کی جان بھی جا سکتی ہے۔" رمیز نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا۔

"کاش میں نے جان کے بدلے عزت کا سودا نہ کیا ہوتا۔ کاش میں نے خود کو بچا لیا ہوتا میں کس باپ کی زندگی کے لیے خود کو بربادی کے منہ میں دھکیلتی رہی وہ جسے میرے ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا اب اور نہیں تم جیسے گھٹیا انسان کے ہاتھوں اور نہیں۔" وہ اپنے بہتے آنسوؤں کی پرواہ کئے بغیر بولتی جا رہی تھی۔

"یو بچ۔۔۔" رمیز نے ایک زوردار تھپڑ اسکے منہ پہ مارا تھا۔ فری لہرا کر بیڈ کے قریب گری تھی بیڈ کا کونا اسکے سر میں لگا تھا اور پھر خون کا فوارا پھوٹ نکلا تھا۔

"تم اس مار دھاڑ سے اب مجھے نہیں ڈرا سکتے مجھے۔" وہ زخم کی پرواہ کئے بنا چلائی۔

"شہریار وہ اسے مار رہا ہے۔" ام ہانی نے پھر سے دہائی دی۔

"ہانی پلیز بس پولیس پہنچتی ہو گی۔" شہریار نے اسے حوصلہ دیا۔

"میرے سامنے زبان چلاتی ہو تمہاری یہ جرات۔ جب تم میرے کام کی نہیں تو تم زندہ رہ کر کیا کرو گی۔" وہ وحشیانہ انداز میں اس پہ جھپٹا اور اسکا گلا دبانے لگا۔ ام ہانی نے اچانک کھڑکی سے اندر جھانکا وہ اس پہ جھپٹا اسکا گلا دبا رہا تھا۔ اور وہ تڑپتے ہوئے اسکا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"شہریار وہ اسے مار دے گا۔" ہانی حواس باختہ تھی۔ "پولیس کہاں ہے بیس منٹ سے اوپر ہو گئے۔" ہانی نے پریشانی سے کہا۔

"بس تم پریشان مت ہو پولیس آتی ہو گی کچھ نہیں ہو گا فری کو۔" شہریار نے اسے تسلی دی۔ فری کی مزاحمت دم توڑ گئی تھی رمیز کے سر پر خون سوار تھا۔

"شہریار بھاڑ میں گئی تمہاری پولیس میں اندر جا رہی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے کھڑکی پھلانگ گئی۔

"ہانی رکو اندر مت جاؤ پلیز۔" شہریار چلاتا رہ گیا اور ام ہانی بنا اس کے پرواہ کئے اندر تھی۔ کسی کے کودنے کی آواز پر رمیز نے فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"اوہ تو تم ہو اس سب کے پیچھے۔" اسکے ہاتھوں کی گرفت فوراً ڈھیلی پڑی۔ فری موقع غنیمت جان کر فوراً کھانستے ہوئے پیچھے ہٹی۔

"ہاں میں ہی ہوں اس سب کے پیچھے، تمہیں تو میں اب چھوڑوں گی نہیں۔" ہانی نے غصے سے کہا۔

"آدھی رات دو حسینائیں میری تو چاندی ہو گئی۔" وہ خباثت سے ہنسا۔

"تم مجھے کمزور سمجھنے کی غلطی بالکل مت کرنا۔" ہانی نے اسے وارننگ دی۔

"اچھا کیا کر لو گی تم کر بھی کیا سکتی ہو بولو۔" وہ اسکے قریب ہوا۔

"وہ تو ابھی پتہ چل جائے گا کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔" وہ پراسرار طریقے سے کہتی مسکرائی۔

"افف یہ لڑکی بھی ناں خطرے کو خود دعوت دیتی ہے۔" شہریار پریشانی سے ٹیرس کی طرف لپکا۔ اور بڑی مشکل سے دیوار سے فری کی بالکونی میں کودا۔ "یہ پولیس کے آنے سے پہلے ہی اسے فرار کروا دے گی۔" وہ کھڑکی کے باہر کھڑا ہو کر اندر جھانکنے لگا۔

"اچھا تو تمہارے اور ساتھی بھی ہیں اسکی نظر ہانی کے دوپٹے سے نظر آتی کان میں لگی بلوٹوتھ ڈیوائس پہ پڑ گئی تھی۔ اسنے ایک دم اسکا دوپٹہ کھینچا۔ ہانی نے اسی قوت سے تھپڑ اسکے منہ پہ دے مارا۔ بلوٹوتھ اتر کو نیچے گر گئی تھی۔

"تم مجھ پہ ہاتھ اٹھاؤ گی۔" وہ ایک دم اس پہ جھپٹا تھا۔ شہریار نے لپک کر اسکا ہاتھ پکڑا۔

"فریحہ کو پہلے کوئی بچانے والا نہیں تھا مگر اب ہم سب موجود ہیں۔" شہریار نے اسے اپنے قابو میں کرتے ہوئے کہا۔ "اور ام ہانی کی طرف تم آنکھ اٹھا کر بھی مت دیکھنا اس کو بچانے کے لیے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔" شہریار نے ایک زوردار مکا اسکے منہ پہ رسید کیا، وہ بلبلا کر رہ گیا۔

حماد اسی وقت پولیس کو لے کر پہنچ گیا تھا۔ پولیس نے بنا کوئی سوال کیے رمیز کو ارسٹ کر لیا تھا۔ اسی شور میں زمان صاحب اور روشن آرا ر بھی بیدار ہو گئے تھے پولیس کو دیکھ کر روشن آرا کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" زمان صاحب حیرانگی سے بولے۔

"میں بتاتا ہوں۔" شہریار انہیں ایک کونے میں لے گیا۔

"چھوڑو میرے بیٹے کو کیوں پکڑا ہے اسے۔" روشن آرا پولیس والوں سے الجھ رہیں تھیں۔

"بی بی خاموش رہو ورنہ تمہیں بھی تھانے کی سیر کروائیں گے تم بھی اس کے ساتھ برابر کی شریک ہو۔" ایک سپاہی گرج کر بولا۔

زمان صاحب ساری سچائی سن کر سن ہو گئے تھے۔ وہ اپنا دل تھام کر صوفے پہ ڈھے گئے۔

"دیکھیں زمان فری جھوٹ بول رہی ہے رمیز نے کچھ نہیں کیا۔" روشن آرا اب زمان صاحب کے پاس اپنی فریاد لے کر آئیں تھیں ۔

"تم نے میری بیٹی کی زندگی برباد کر دی اور میں اتنا بے خبر ۔" زمان صاحب کی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماےراحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

"دیکھیں زمان یہ سب الزام ہے فری کی سازش ہے۔" وہ کسی بھی حال میں زمان صاحب کو اپنا یقین دلانا چاہتیں تھیں۔ "میری بیٹی جھوٹ نہیں بولتی" وہ ایک دم زور سے چلائے۔

"یہ رمیز سے محبت کرتی ہے رمیز نے انکار کیا تو اس نے یہ سب ڈرامہ رچایا پلیز زمان آپ مان جائیں ہم ان کی شادی کر دیں گے معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ گھر کی بات گھر میں رہ جائے گی۔" روشن آرا نے اپنی اگلی چال چلی۔

"ہمیں اندازہ تھا آپ کی اس چال کا اسی لیے اس چال کا توڑ ساتھ لے کر آئے ہیں۔" حسام نے اپنے ہاتھ میں پکڑا کاغذ ہوا میں لہرایا۔

"کیا ہے یہ۔" روشن آرا اس کے قریب گئیں۔

"میرا اور فریحہ کا نکاح نامہ۔" وہ مسکرایا۔

"دیکھا زمان اپنی بیٹی کے لچھن نجانے کب سے عاشقی چل رہی تھی دیکھو نکاح کر کے آگئی۔

"نہ کیا ثبوت ہے تم لوگوں کے پاس کہ میرا بیٹا گہنگار ہے۔" روشن آرا آپے سے باہر ہو گئیں تھیں۔

"یہ رہا ثبوت۔" ہانی نے وہ ویڈیو سب کو دیکھانا شروع کی تھی۔ اور یہ تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا تھا۔

روشن آرا میں زمان تمہیں اپنے پورے ہوش وحواس اور ان سب گواہان کی موجودگی میں اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں۔ تم آج سے میرے ہر رشتے سے آزاد ہو جاؤ میں نے تمہیں طلاق دی۔" وہ شدید غصے کے عالم میں تھے۔

"انکل یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔" شہریار نے انہیں روکنا چاہا۔

"یہ اس سب میں شامل تھی اگر نہ ہوتی تو یہ بات بہت پہلے کھل جاتی۔" وہ شدید صدمے کے زیر اثر تھے۔ "لہذا میری طرف سے تم آزاد ہو۔" وہ تین بار طلاق کے الفاظ دہرا کر ڈھے سے گئے تھے۔ ہر طرف ہولناک سناٹا تھا۔

پولیس رمیز کو لے کر جا چکی تھی اور روشن آرا کمرے میں چلی گئیں تھیں اپنی اجڑی زندگی کا ماتم منانے۔ ہانی شہریار حماد فری حسام ظہیر سب وہیں سر جھکائے کھڑے تھے۔

"میری بچی مجھے معاف کر دے میں تمہارا باپ کہلائے جانے کے قابل بھی نہیں ہوں۔ اپنی زندگی میں اس قدر مگن رہا کہ بھول ہی گیا کہ تم روشن آرا کی نہیں میری بیٹی ہو۔ آستین کی سانپ کو گھر میں رکھ کر پالتا رہا جان ہی پایا کہ وہ مجھے ہی ڈس لے گا۔" انہوں نے روتے ہوئے فری کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

"پاپا پلیز اس میں آپکا کیا قصور قسمت تو میری خراب تھی۔" وہ انکے کندھے پہ سر رکھ کر رو دی۔

"آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ آپ نے ہمیں بہت بڑی مصیبت سے باہر نکالا ہے۔" وہ اب ان سب کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔

"انکل معذرت کے ساتھ ہم نے فری اور حسام کا نکاح صرف اسے یہاں سے نکالنے کے لیے نہیں کروایا تھا ہم سچ مچ فری کو اپنا چکے ہیں فری میری بھابھی ہے اور رہے گی۔"ہانی نے انہیں یقین دلایا۔

"آپ جیسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں اس دنیا میں ۔"وہ ان کے بہت مشکور تھے۔

"انکل صاف اور سیدھی بات ہے اپنے ارد گرد کچھ ہوتا دیکھیں تو اسے روکنے کی کوشش کریں کوئی مظلوم ہے کمزور ہے تو اسکی مدد کریں۔ ہر کام حکومت تو نہیں کرے گی کچھ ہمیں بھی کرنا ہے۔"وہ مسکرائی۔

"جیتی رہو سدا خوش رہو۔"وہ اسے دعا دینے لگے۔

"انکل فری کی ڈولی اسی گھر سے اٹھے کی ان شاء اللہ مگر فی الحال کیا میں اسے اپنے ساتھ لے جا سکتی ہوں "۔وہ ان سے اجازت طلب کر رہی تھی۔

"اب تو فری سے ملنے کے لیے تم لوگوں سے پوچھنا پڑے گا تم مجھ سے اجازت لے رہی ہو۔"وہ مسکرائے۔

"حسام میری بیٹی کا بہت خیال رکھنا جب تک فری کی پڑھائی ختم نہیں ہو جاتی وہ ہوسٹل میں رہے گی۔ فری کا اس گھر میں رہنا ٹھیک نہیں۔اس لیے جب شادی کروں گا تو اسی گھر سے رخصت کروں گا۔"وہ حسام کو محبت سے گلے لگاتے ہوئے بولے ۔وہ سب لوگ مسکراتے ہوئے فری کو ساتھ لے کر گھر واپس آ گئے تھے۔رات کے تقریباً تین بج رہے تھے۔

طوبیٰ جلے پیر کی بلی بنی یہاں سے وہاں چکر لگا رہی تھی۔جب یہ لوگ واپس آئے وہ فری کو ان کے ساتھ دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔ مگر بولی کچھ نہیں۔

"یار بہت تھک گئے اب سوتے ہیں۔"ظہیر سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا شہر یار اس کے پیچھے تھا۔

"میں زرا طوبیٰ کو دیکھ لوں وہ پریشان ہو رہی ہو گی۔"ہانی کہتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"اچھا پھر میں بھی چلتا ہوں ۔"حماد بھی وہاں سے چلا گیا۔

"ایک منٹ میں آیا۔"حسام فری کو بیٹھنے کا کہتا کچن کی طرف چل دیا۔

"ارے مائے ڈیئر طوبیٰ کیا حال ہے۔"ہانی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی بلند آواز میں کہا

"تم سے مطلب ۔"وہ منہ پھلائے بولی۔

"اوئے میرا سونا بے بی ناراض ہے مجھ سے۔"وہ اپنی مسکراہٹ چھپاتی اس کے قریب بیٹھی۔

"تمہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"وہ ناراضگی سے بولی۔

"بہت فرق پڑتا ہے اکلوتی کزن ہو تم میری۔"وہ مزے سے بولی۔

"کم آن ہانی آج پتہ چل گیا ہے مجھے کہ میں کیا ہوں کیا نہیں یہاں جو سب بھی ہو رہا ہے سب جانتے ہیں سوائے میرے میں ہی بے وقوف لگتی ہوں تمہیں۔" وہ شدید غصے میں تھی۔

"کیا بات ہے طوبیٰ اتنا غصہ کیوں یار بس وقت نہیں مل سکا ورنہ میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاتی تم جانتی ہو۔ وہ اب کے سنجیدگی سے بولی۔

"وقت کی بات مت کرو تم ہم 1908 میں نہیں ہیں کہ خط بھیج کہ یا مل کر ہی بات ہو سکتی ہے موبائل کس مرض کی دوا ہے۔" وہ شدید غصے میں تھی۔

"ہاں یہاں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔" ہانی نے سر اوپر نیچے ہلایا۔

"شہریار بھائی کو تم نے فوراً بلا لیا اور مجھے بتایا بھی نہیں۔" وہ اب رونے لگی۔

"میں نے شہریار کو نہیں بلایا۔" ہانی تڑپ اٹھی۔

"بس رہنے دو ہانی سب پتہ ہے مجھے۔" طوبیٰ کی بدگمانی عروج پہ تھی۔

"یار مما نے انہیں کسی کام سے بلایا تھا یہ سب تو اچانک ہوا ہے۔" ہانی نے اپنی صفائی پیش کی۔ طوبیٰ منہ پھلائے بیٹھی رہی۔

"اچھا غصہ کم کرو میں بتاتی ہوں سب۔" ہانی نے اسے الف سے لے کر یے تک ساری کہانی کہہ سنائی۔ طوبیٰ کا غصہ اب صدمے میں بدل گیا تھا اس لیے وہ کافی پرسکون ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حسام کچن سے فرسٹ ایڈ بوکس لے کر واپس آیا تھا۔ فری کے ماتھے سے اب بھی خون بہہ رہا تھا۔ وہ اسکے قریب بیٹھ کر اسکا بلڈ صاف کرنے لگا۔ فری کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے تھے۔

"ارے بے وقوف لڑکی اب کیوں رو رہی ہو۔" حسام نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تم نے مجھ سے شادی کیوں کی۔" وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیوں کے میں تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں اور محبت پانے کا کوئی موقع چھوڑتا ہے کیا۔" وہ مسکرایا۔

"تم کبھی بدل تو نہیں جاؤ گے۔" وہ اپنی آنکھیں اس کہ چہرے پہ جمائے بولی۔

"کبھی بھی نہیں میں ہمیشہ ایسا ہی رہوں گا۔" وہ اپنے ہاتھ کی پوروں سے اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔

"حسام تم نے مجھے زندگی جینے کی نئی آس دی ہے مجھے کبھی چھوڑ کر مت جانا۔ میں جانتی ہوں مجھے اپنانا تمہارے لیے مشکل تھا مگر اب چھوڑنے کی غلطی کت کرنا ورنہ میں زندہ نہیں رہوں گی۔"وہ سر جھکائے بول رہی تھی۔"میں نے تم سے بہت بد تمیزی کی تمہارا دل دکھایا مجھے معاف کر دینا۔"

میں جانتاہوں تم مجبور تھی جو ہوا اسے بھول کر زندگی کو نئے سرے سے شروع کرنے کی کوشش کرو۔"وہ اسکا چہرہ اپنے ہاتھ میں لیتا محبت سے بولا۔

"کیا تمہیں سچ میں فرق نہیں پڑتا کہ میں۔"وہ حیرانگی سے بولی۔

"سچے عاشقوں کو ان سب باتوں سے فرق نہیں پڑتا۔"وہ مزے سے بولا۔

"مسٹر سچے عاشق اگر آپ اس نکاح کو منگنی سمجھیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔"ام ہانی نے اسکا کان مروڑا۔

"ہائے ظالم سماج پورے رومانس کا ستیاناس کر دیا۔"وہ بلبلا کر رہ گیا۔

"تم کیا کر رہے تھے یہ سب۔"ام ہانی نے اسے گھورا۔"دیکھائی نہیں دے رہا اپنی زوجہ محترمہ کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔"

"آپ کی زوجہ کو ہم سنبھال لیں گے آپ پہلے اپنی پینٹ سنبھالنا سیکھ لیں۔"انی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ فری منہ نیچے کئے ہنس رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے میں اسکی بینڈ یج کر رہا تھا وہ تو کرنے دو۔"وہ لجاجت سے بولا۔

"بینڈ یج میں کرتی ہوں تم ایک کام کرو۔"ہانی اس کے ہاتھ سے دوا لے کر فری کے پاس بیٹھی حسام ہمہ تن گوش تھا۔

"وہ کچن میں تمہارا فیڈر رکھا ہے وہ لیتے جانا اپنے کمرے میں۔"وہ انتہائی سنجیدگی سے بولی۔ فری کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ حسام جل کے رہ گیا۔

"کوئی بات نہیں اڑا لو میرا مذاق مجھ پہ بھی وقت آئے گا دیکھ لینا۔"وہ دہائی دینے لگا۔ فری اور ہانی بس ہنستی جا رہیں تھیں۔

"اور یہ بیوی ہے میری دنیا کا کوئی قانون مجھے اس سے ملنے سے نہیں روک سکتا۔"وہ جوش سے بولا۔

"سارے قانوں پر ایک قانون بھاری ہے وہ ہی امی کی چپل اس لیے مما نے کہا کہ اگر تم انہیں فری کے آس پاس بھی دیکھائی دیئے تو وہ تمہاری ٹانگیں توڑ دیں گئیں۔"ہانی نے مزے سے کہا۔

"ساری لوسٹوریز میں شادی سے پہلے پنگے پڑتے ہیں۔ میری واحد لوسٹوری ہے جس میں شادی سے پہلے سب ٹھیک تھا اب سب لوگ ہٹلر اور چنگیز خان بن گئے ہیں۔"وہ غصے سے کہتا وہاں سے واک آوٹ کر گیا۔ ہانی اور فری دونوں ہنس دی تھیں۔ ہانی فری کی بینڈ یج کر کے اسے اپنے کمرے میں لے گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح ام ہانی شدید صدمے کے زد میں تھی ۔اتنی بڑی بات اور وہ اب تک بے خبر تھی۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔

"سوری ہانی بس میں تمہیں بتا ہی نہیں پائی۔" طوبٰی آہستہ آہستہ کہتی اسے رام کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہانی نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"یار وہ سب اتنی جلدی میں ہوا میں تمہیں بتانے والی تھی بس ممی جی نے موقع ہی نہیں دیا۔" طوبٰی کے ممی جی کہنے پر ہانی نے اسے سر تا پا بغور دیکھا۔

"مطلب آنٹی جی نے۔" طوبٰی نے فوراً تصیح کی۔

"بس طوبٰی تم نے بہت بڑا دل توڑا ہے اگر آج بھی آنٹی پھوپھو سے بات نہ کرتیں تو میں تو بے چاری بے خبری میں ہی ماری جاتی۔" ام ہانی کا صدمہ کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

"یار سوری بول تو رہی ہوں اور اب بتا تو دیا ہے ناں۔" طوبٰی زچ ہو گئی۔

"ارے واہ بہت بڑا احسان کیا ہے مجھ پر اب بھی نہ بتاتی سیدھا منگنی کا کارڈ بھیجتی ۔" ام ہانی غصے سے بولی۔

"یار میں یہ بات آوٹ نہیں کرنا چاہتی تھی جب تک میں پورے دل سے رضامند نہیں ہو جاتی۔" وہ اپنی صفائی پیش کر رہی تھی۔

"اچھا تو اب تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں ہے تمہیں لگتا ہے میں تمہاری باتیں لیک آوٹ کرتی ہوں ۔ میں کوئی نیوز چینل ہوں۔" ام ہانی تو اس الزام پر تڑپ اٹھی۔

"یار تم بات کا غلط مطلب کیوں لے رہی ہو میں نے ایسا کب کہا بس تم کہیں بھائی سے نہ کہہ دو۔" وہ منہ لٹکائے بولی۔

"دیکھا دیکھا تم نے بھی روایتی نند بھاوج والی دیوار ہم میں کھڑی کر دی ناں۔" ہانی نے فوراً طعنہ دیا۔

"یار ہانی اتنی بڑی بات تو نہیں جتنا تم ایشو بنا رہی ہو۔" طوبٰی ناراضگی سے بولی۔

"اچھا میں ایشو بنا رہی ہوں ٹھیک ہے جو مرضی کرو مجھے کیا میں کون ہوتی ہوں کچھ کہنے والی۔" وہ ناراضگی سے کہتے کمرے سے باہر آ گئی۔ سب لوگ بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے ہر کوئی اپنے قصے سنانے میں مصروف تھا۔

"ہانی بات تو سنو" طوبٰی اس کے پیچھے لپکی۔

"شہریار کہاں ہے۔" ہانی سنی ان سنی کرتی حسام کے سر پہنچی۔

"وہ آپ کے لیے عید کا تحفہ لینے گئے ہیں۔" حسام نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کب واپس آئے گا۔" وہ اس کی بات کا نوٹس لیے بنا بولا۔

"کچھ دیر میں آ جائے گا کال کر لو۔" حسام لاپرواہی سے بولا۔ وہ سر ہلاتی وہیں ان کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے اپنی گہنگار آنکھوں سے طوبیٰ کو بالکونی اور اس کے پیچھے حماد کو جاتے دیکھا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لب مسکرا اٹھے تھے۔ وہ اس بات پہ ناراض تھی کہ اس سے یہ سب کیوں چھپایا گیا۔ تقریباً پانچ سے سات منٹ کے وقفے کے بعد وہ انکے پیچھے گئی تھی۔

"تھینک یو طوبیٰ آپ نے مجھے ریجیکٹ نہیں کیا۔ آپ بھروسہ رکھیں میں آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔" وہ دونوں ریلنگ کے کھڑے دونیا و مافیا سے بے خبر اپنی ہی باتوں میں گم تھے۔

"مجھے آپ پر بھروسہ ہے اسی لیے تو آپ کا انتخاب کیا ہے۔" وہ شرماتے ہوئے مسکرائی۔

"ان شاء اللہ آپ میرے کردار اور محبت میں کبھی جھول نہیں نہیں پائیں گئیں۔" وہ اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں آپ اپنے رشتوں اور اپنے ملک کے ساتھ بہت سنسئر ہیں۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔

"آپ کی چوٹ اب کیسی ہے۔" وہ اب اس سے اس کے زخم کے بارے میں پوچھ رہی تھی جو پچھلی دنوں ایک ریڈ کے دوران گولی لگنے سے ہوا تھا۔

"آپ کو اب اس سب کے لیے تیار رہنا پڑے گا ہم ہمہ وقت موت کے منہ میں ہوتے ہیں کب کہاں کیا ہو جائے کچھ کہا نہیں جا سکتا ویسے اب میں بہتر ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"اللہ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے میں اپکے لیے بہت دعا کرتی ہوں۔" وہ پریشان دیکھائی دینے لگی تھی۔

"پھر اپنی دعاؤں پہ بھروسہ رکھیں۔" وہ مزے سے بولا۔ طوبیٰ بھی ہنس دی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔" اسی وقت ہانی نے انٹری دی تھی۔ دونوں نے ایک ساتھ پیچھے مڑ کے دیکھا تھا

"اوہ سوری۔" وہ سر کجھا کر پیچھے ہٹا۔ "ملاقات" حماد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے حد ہوتی ہے ڈھٹائی کی وہ مصنوعی غصے سے بولی جی بالکل اب جو ہونا تھا ہو گیا۔ آپ طوبیٰ کو معاف کر دیں۔" وہ اسکی سفارش لیے اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"اچھا جی اب آپ بھی سفارشیں کریں گے۔" ہانی نے اسے گھورا۔

"اب مجبوری ہے اور مجبوری تو کچھ بھی کراتی ہے۔" حماد سر کھجاتے ہوئے بولا۔ ام ہانی کا قہقہہ بلند ہوا

"مرد چاہے کسی بھی فیلڈ سے ہو ڈرتا بیوی سے ہی ہے /" ہانی ہنستی جا رہی تھی۔

"یہ تو درست فرمایا۔" وہ بھی ہنسنے لگا۔

"میں اتنی بری بھی نہیں ہوں / "طوبیٰ برامان گئی۔

"میں تمہاری نہیں سب ہی کی بات کر رہی ہوں۔"ام ہانی نے اپنی بات کی تصیح کی۔

"اب ناراض تو نہیں ہو نہ۔"طوبیٰ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"دل تو چاہ رہا تھا کبھی بات نہ کروں ٹھیک ٹھاک سبق یاد کرواؤں۔"ہانی کا دکھ پھر سے تازہ ہو گیا۔"پھر سوچا کیا فائدہ یہاں کونسا اثر ہونا ہے۔"وہ آہ بھر کر بولی۔حماد ہنس دیا۔

"اس میں ہنسنے والی کونسی بات ہے۔"طوبیٰ حماد کے سر ہوئی۔

"چلیں بہت بہت مبارک ہو آپ کو یہ نیا رشتہ۔"وہ ایک آنکھ دبا کر بولی۔

"جی بہت شکریہ۔"حماد نے سر تسلیم خم کیا۔

"ہیں یہ شہریار کہاں سے آرہا ہے اور کیا لے کر رہا ہے۔"بات کرتے ہوئے ہانی کی نظر مین ڈور پر پڑی تھی۔

"یہ تو اس سے بات کر کے ہی پتہ چلے گا"حماد بھی اسی طرف دیکھنے لگا۔

"رکو میں دیکھتی ہوں اسے۔"وہ کہتے ہوئے باہر کی جانب چل دی۔اب یقیناً دونوں میں لڑائی ہی ہو گی۔طوبیٰ شہریار کی طرف دیکھتے ہوئی بولی۔

"اسے لڑائی نہیں پیار بھری نونک جھونک کہتے ہیں۔"حماد نے تصیح کرنا ضروری سمجھا

"جناب کو بڑا پتہ ہے پیار کا۔"طوبیٰ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر بولی۔

"بس جب سے تمہیں دیکھا ہے اب اس لفظ کو میں بھی سمجھنے لگا ہوں۔"وہ اسکے قریب ہو کر آہستگی سے بولا۔وہ شرما کر نظریں جھکا گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"یہ کیا ہے۔"ام ہانی نے شہریار کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔

"نظر نہیں آرہا بکرا ہے۔"وہ چڑ کر بولا۔

"تم بکرا لینے کیوں گئے۔"ام ہانی نے حیرانگی سے پوچھا۔

"کیوں کہ تین دن بعد عید ہے قربانی کے لیے ایک عدد بکرا چاہیے تھا اس لیے۔"وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"نہیں مطلب ہر بار پاپا خود لے کر آتے ہیں قربانی کا جانور اس لیے پوچھ رہی تھی۔"ہانی نے اپنی بات کی تصیح کی۔

"اس بار ممانی نے مجھے بلایا تھا۔"وہ منہ بنا کر بولا۔

"ممانے تمہیں بکرا خرید کر دینے کے لیے بلایا تھا۔" ہانی قہقہہ لگا کر ہنسی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔" شہریار نے اسے گھورا۔

"کیونکہ یہ کام تمہاری پرسنیلٹی پہ سوٹ نہیں کرتے۔" وہ مسکرائی۔ شہریار کچھ نرم پڑا۔

"یہ براؤن کیوں ہے۔" ام ہانی نے بغور بکرے کا جائزہ لیا۔

"کیونکہ یہ کوئی ڈریس نہیں ہے جو اس میں اور بھی رنگ دستیاب ہونگے۔" وہ پھر سے چڑ گیا۔

"مگر مجھے بلیک اینڈ وائٹ بکرا چاہیے۔ تم پوچھ تو لیتے جانے سے پہلے۔" وہ منہ پھلائے بولی۔

"یہ تمہارے عید کے کپڑوں کی شاپنگ نہیں ہو رہی تھی جس میں براؤن نہیں بلیک کلر چاہیے۔ یہ قربانی کا بکرا ہے۔ کیا پوچھ کے جاتا میں تم سے، ویسے بھی کھال کا تم نے کیا کرنا ہے وہ تو کسی کو دے دینی ہے۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے مجھے کھال نہیں چاہیے مگر قربانی کے بکرے کو بھی تو میری آنکھوں کے سامنے رہنا ہے نہ تو مجھے یہ رنگ پسند نہیں چینج کر کے لاؤ۔" وہ ادائے بے نیازی سے بولی

"یہ آئس کریم کا فلیور نہیں جو میں چینج کر کے لاؤں گا۔" وہ جل کر بولا۔

"چینج تو تمہیں کرنا ہی پڑے گا۔" ہانی بھی اپنی ضد کی پکی تھی۔

"جی نہیں میں بالکل چینج نہیں کرونگا۔ پہلے ہی انتشار تھا، اتنی مشکل سے ملا ہے یہ بھی اور کوئی کالا بکرا تھا ہی نہیں وہاں۔" شہریار نے ہری جھنڈی دیکھائی۔

"صدقے کا بکرا ہے جو کالا لینا ہے۔ میں کالے اور سفید کی بات کر رہی ہوں۔" وہ اسے سمجھانے لگی۔

"اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اتنے کم وقت میں یہ ملا ہے شکر ادا کرو ورنہ ملتا ہی نہیں۔" وہ بکرے کو لان میں ایک جگہ لے جا کر باندھنے لگا۔

"تو ٹھیک ہے یہ پھر اس گھر میں نہیں رہ سکتا۔" ہانی اسکے پیچھے لپکی۔

"یہ اسی گھر میں رہے گا۔" شہریار نے رسی درخت کے ساتھ باندھی۔ "تو ٹھیک ہے پھر اس گھر میں میں نہیں رہوں گی۔" وہ جل کر بولی۔

"او ہیلو میڈم! یہ تیور کسے دیکھا رہی ہو یہ قربانی کا بکرا ہے تمہاری سوتن نہیں۔" شہریار کو ہنسی آگئی تھی مگر وہ ضبط کر گیا۔

"اگر میری سوتن ہوتی ناں تو اب تک تم اپنی ٹانگوں پہ یوں زندہ کھڑے نہ ہوتے۔ میں تمہارے بے شمار چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر چکی ہوتی، عید قرباں سے پہلے تم میرے ہاتھوں شہید ہو چکے ہوتے۔" وہ غصے سے کہتی وہاں سے واک آوٹ کر گئی۔ شہریار اسے مسکرا کر دیکھتا رہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

طوبیٰ اور حماد کہ منگنی کی تاریخ طے ہو گئی تھی۔ عید کے تیسرے دن ان سب کو ظفر آباد جانا تھا۔ حماد اور ظہیر کی فیملی واپس چلی گئی تھی۔ شہریار لوگوں کو مما پاپا نے روک لیا تھا۔ وہ لوگ عید ان لوگوں کے ساتھ کرنے والے تھے۔ حماد اور ظہیر کو شہریار اور حسام نے روک لیا تھا گھر میں خوب رونق کا سماں تھا۔ فری بھی بہت خوش تھی وہ اپنا غم دھیرے دھیرے بھولنے لگی تھی۔

حسام اسکا بہت خیال رکھتا اور اسکے ساس سسر کی بھی وہ دنوں میں چہیتی بن گئی تھی۔

ام ہانی کا ارادہ اسے اپنے ساتھ رکھنے کا تھا۔ جبکہ مما اسے ہاسٹل بھیجنا چاہتیں تھیں۔ وہ رخصتی سے پہلے اسے گھر میں رکھنے کے حق میں نہیں تھیں۔ مگر پاپا کے منانے پر وہ مان گئیں تھیں کہ فری ہانی کے روم میں رہ سکتی ہے۔

آج عید کا دن تھا ہر طرف رونق تھی۔ مرد حضرات نماز عید پڑھ کر گھر آئے تو میٹھا کھا کر قصائی کا انتظار کرنے لگے قصائی کو ہائیر کرنے کی ذمے داری حسام کی تھی۔

"حسام قصائی کب تک آئے گا ہم لوگ شام میں یا کل قربانی نہیں کریں گے۔" شہریار پریشانی سے بولا

"شہر کے سارے قصائی بک ہو چکے تھے ایک جاننے والے کو کہا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ وہ کوشش کرے گا پہلے نہیں تو دوسرے دن ضرور آئے گا۔" حسام نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"واٹ دوسرے دن اگر نہ آسکا تو حسام تم۔" ام ہانی ایک دم چلائی۔

"سچ سچ بتاؤ وہ آئے گا کہ نہیں۔" شہریار حسام کے سر ہوا۔

"اس نے کہا تھا وہ آئے گا۔" حسام منمنایا۔

"یعنی کہ۔۔۔" شہریار دانت پیس کر رہ گیا۔

"کوئی بات نہیں کل کر لیں گے۔" حسام نے باری باری سب کی شکلیں دیکھیں۔

"قربانی کرنے کا مزہ تو پہلے دن آتا ہے دوسرے دن فائدہ۔" ہانی غصے سے بولی۔

"اب میں کیا کروں خود تو قصائی بننے سے رہا۔" وہ زچ ہو گیا۔

"ڈاکٹر کسی قصائی سے کم ہوتے ہیں کیا۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

"وہ تو اللہ کا شکر ہے میں نے سب کا قربانی میں حصہ ڈال دیا تھا گوشت آ جائے گا۔"

"اگر برخوردار آپ پہ رہتے تو ہو جاتی تھی آج قربانی۔" پاپا نے حسام کے کان کھینچے۔

"میرا کیا قصور ہے قصائی ملتے کہاں ہیں۔" وہ مظلومیت سے بولا۔

"تم چار چار لڑکے ایک بکرا ذبح نہیں کر سکتے حد ہے ویسے۔" انہوں نے نک سک سے تیار ہوئے لڑکوں کو راسف سے دیکھا،

"ارے ماموں جان ہم کوئی قصائی تھوڑی ہیں۔" شہریار جلدی سے بولا

"کپڑے بدلو اور کام پہ لگ جاؤ بکرا تم لوگ ذبح کرو گے" وہ اپنا حکم سنا کر جا چکے تھے۔ وہ ان تینوں کے نکلتے دانتوں کو دیکھ کر رہ گئے۔

وہ لوگ جب کپڑے بدل کر آئے وہ تینوں لان میں بیٹھی ان کا انتظار کر رہیں تھیں۔

"ہائے کتنے ہنڈسم لگ رہے ہو۔" ام ہانی شہریار کے کان کے قریب جا کر بولی۔ وہ اسے گھورتے ہوئے آگے بڑھا۔

"آنکھیں بند کر لو لڑکیو تم سے سہا نہ جائے گا۔" حسام نے بلند آواز میں کہا۔

"یہ پولیس والوں کی بھی آج سہی شامت آئی ہے" طوبیٰ نے بھی لقمہ دیا۔

"ڈاکٹر حسام کا پہلا آپریشن۔" فری نے حسام کو منہ چڑایا۔

"آج ہم دشمنوں پہ ثابت کر دینگے ہم کسی سے کم نہیں۔" حسام جوش سے بولا۔ ام ہانی ان سب سے چھپ کر ایک درخت کی اوٹ میں کھڑی ہو گئی تھی۔

"تم سب لوگ اس مہینے میں قصائیوں کا کام کیا کروں چار پیسے آ جائیں گے۔" طوبیٰ نے فری کو آنکھ ماری۔

"یہ دشمن کی فوج گولہ باری کر رہی ہے حسام کی دہائی جاری تھی۔" وہ دونوں کھلکھلا کے ہنس دیں۔

"نعرہ تکبیر" حسام نے بلند آواز میں کہا۔

"ابے یہ جلوس نہیں قربانی ہے تکبیر پڑھو۔" ظہیر نے اسے گھر کا تھوڑی دیر میں قربانی ہو گئی تھی۔ وہ سارا گوشت سمیٹ کر نہانے چل دیئے تھے۔ گندے کپڑے خون سے لت پت ام ہانی نے ان کا خوب ریکارڈ لگایا تھا۔ اب وہ تینوں ایک کونے میں بیٹھی کسی خفیہ سرگرمی میں مصروف تھیں۔ اور وہ زیادہ دیر چھپی نہیں رہی تھی۔

"ام ہانی۔" شہریار کی گرج دار آواز پر وہ فوراً سیدھی ہو بیٹھی۔ طوبیٰ اور فری نے وہاں سے بھاگنے میں چند سیکنڈز لیئے تھے۔

"غدار۔" ام ہانی نے انہیں رفوچکر ہوتے دیکھ کر نیا لقب دیا۔

"کیا ہے یہ سب۔" شہریار اس کے سر پہ کھڑا پوچھ رہا تھا۔ "کیا؟" ام ہانی نے معصومیت سے پوچھا۔

"تم کب ان سب حرکتوں سے باز آؤ گی۔" وہ شدید غصے میں تھا۔

اب کیا کر دیا میں نے۔" وہ ابھی تک ڈھٹائی سے اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"یہ پوسٹ فیس بک پہ کرنے والی تھی کیا سب لوگ کتنا مذاق اڑا رہے ہیں میری عزت کا جنازہ نکل گیا۔" وہ شدید غصے اور پریشانی کے زیر اثر تھا۔ "تم وہ بس۔" ضبط کر کے رہ گیا۔

"یہ کیا لکھا ہے تم نے۔" اوپر شہریار نے اپنا موبائل اسکی آنکھوں کے سامنے کیا۔ "مائے ڈیئر قصائی" ہانی نے اسے پڑھ کے سنائی۔

"مطلب یہ مائے ڈیئر قصائی کیا ہوتا ہے مائے ڈیئر فیانسی لکھتی تو میں شاید اس پک کو بھول جاتا۔" وہ کافی پریشانی کا شکار تھا۔ ہانی کی نظر نیچے اسکی دی ہوئی مختلف تصویروں پر پڑی تھی۔ بکرا ذبح کرتے کھال اتارتے گوشت کے ٹکڑے کرتے وہ چاروں وہ ایک دم قہقہ لگا کہ ہنس پڑی۔ شہریار کا خون جل کر خاک ہو گیا۔

"کیا اپمریشن رہ گیا ہو گا میرا میرے سٹوڈینٹس پر تم تو ٹیگ کر کر کے مجھے برباد کر دو گی۔ اور تو میں تمہیں بلاک بھی نہیں کر سکتا۔" وہ دانت پیس کر بولا۔

"بڑی فکر ہے کہ میری فی میل سٹوڈینٹس پہ میرا برا امپریشن نہ پڑے۔" وہ اپنی آستینیں اوپر چڑھا کر آگے بڑھی۔

"میں نے یہ کب کہا۔" شہریار اسکے تیور دیکھ کر گھبرا گیا۔

"میں سب سمجھتی ہوں کس طرح لڑکیاں آپ پر لٹو ہوتی ہیں جناب۔" وہ سر ہلاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میں کب کہتا ہوں کہ مجھ پہ لٹو ہو جاؤ۔" وہ گھبراتے ہوئے پیچھے ہٹا۔

"تم ضرور انہیں لائن دیتے ہو گے لڑکیاں یونہی پیچھے نہیں آیا کرتی اپنے فالورز چیک کرو 90% لڑکیاں ہیں۔" وہ اسے گھور رہی تھی۔

"میں نے تھوڑی کہا ہے کہ مجھے فالو کرو۔" شہریار اس سب میں خود ہی پھنس گیا تھا۔

"اور ہاں دی ہیں پکس دوبارہ بھی دوں گی جو اکھاڑنا ہے اکھاڑ لو۔" وہ کمر پہ ہاتھ رکھے اسے چیلنج دے رہی تھی۔

"میں اکھاڑوں گا تم نے مجھے کسی قابل چھوڑا ہی نہیں۔ اب تو غصے کی ایکٹنگ کرتا ہوں غصہ نہیں کرتا۔ وہ اسکے قریب ہوتے ہوئے بولا۔ "بتاؤ کیا جادو کیا ہے تم نے مجھ پر کسی کام نہ چھوڑا۔" اس نے اس کے کان کے قریب ہوتے ہوئے سرگوشی کی۔ ہانی کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ "بتاؤ ناں کیا جادو کیا ہے۔" وہ اسی طرح جھکے بولا۔

"کالا جادو۔" ہانی نے خود کو سنبھالتے ہوئے اسے پیچھے دھکیلا۔ وہ مسکرا دیا۔

"ارے ام ہانی ہمارا کیا قصور تھا ہماری پکس بھی دے دیں۔" ظہیر منہ پھلائے بولا۔

"ہاتھیوں کی لڑائی میں چیونٹیاں ہی ماری جاتی ہیں۔" حماد نے آہ بھری۔

"اب مجھ سے کون شادی کرے گا۔" ظہیر نے دہائی دی۔ سب کا قہقہہ پڑا۔

"کسی کا کوئی قصور نہیں سارا قصور حسام کا ہے اگر یہ انتظام کر لیتا تو آپ لوگ یہ سب کرتے نہیں اور مجھے موقع ملتا ہی نہیں۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بے نیازی سے بولی۔ ان تینوں نے حسام پہ دھاوا بول دیا تھا۔ مکے گھونسے کشن سب حسام کے پیش خدمت تھے۔ ام ہانی نے پھر سے خفیا شوٹنگ شروع کر دی تھی۔ حسام اپنا آپ بچا کر ان کے آگے اور وہ تینوں اس کے پیچھے تھے۔ زندگی کے رنگ عید کے چسنگ بہت سہانے معلوم ہو رہے تھے۔

وہ تینوں پیچھے کھڑی ان کی لڑائی دیکھ رہیں تھیں جس میں غصہ کم فن اور پیار زیادہ تھا۔ خوشیاں ہر سو اپنا رنگ بکھیر رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام